النور

یو۔ ایس۔ اے

مارچ – اپریل 2004

مسیح موعودؑ نمبر

مہدی آخرالزماں و مسیح موعود علیہ السلام
حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
(1835 - 1908)

''میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں۔ اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں۔ کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے۔ اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور ابال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پتلی کی طرح اس مشت خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں۔ کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا کا احساس نہیں۔''

75th Jalsa Salana Ghana

لِیُخرِجَ الَّذِینَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّور (القرآن 12:65)

النــــور

مارچ-اپریل 2004

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

لکھنے کا پتہ : Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرست

قرآن کریم

كُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(اٰل عمران 111)

ترجمہ: تم (سب سے) بہتر جماعت ہو جسے لوگوں کے (فائدہ کے) لیے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو اُن کے لئے بہتر ہوتا۔ اُن میں سے بعض مومن بھی ہیں اور اکثر اُن میں سے نافرمان ہیں۔

احادیث نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم

يهلك الله في زمانه الملل كلها غير الاسلام و يهلك الله في زمانه المسيح الدجال الكذاب وتقع الاسنة في الارض حتى ترتع الابل مع الاسد جميعا والنمور مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان والغلمان بالحيات لايضر بعضهم بعضا فيمكث ما شاء الله ان يمكث ثم يتوفى فيصلي عليه المسلمون ويدفنونه.

(ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال صفحہ ۵۹۴
مسند احمد بن حنبل صفحہ ۷ ۴۳)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ انبیاء کا باہمی تعلق علاتی بھائیوں کا سا ہے جن کا باپ ایک اور مائیں الگ الگ ہوں۔ میرا لوگوں میں سے عیسیٰ بن مریمؑ سے سب سے قریبی تعلق ہے کیونکہ میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں (اس قرب روحانی کی وجہ سے میرا مثیل بن کر وہ ضرور نازل[1] ہوگا) جب تم دیکھو تو اس حلیے سے اسے پہچان لینا کہ وہ درمیانے قد کا ہوگا۔ سرخ وسفید رنگ، سیدھے بال اس کے سر سے بغیر پانی استعمال کئے قطرے گر رہے ہوں گے یعنی اس کے بال چمک کی وجہ سے تر تر لگتے ہوں گے۔ وہ مبعوث ہوکر صلیب کو توڑے گا یعنی صلیبی عقیدے کا ابطال کرے گا خنزیر قتل کرے گا یعنی خبیث النفس لوگوں کی ہلاکت کا موجب ہوگا پس اس کے ذریعہ صلیبی غلبے کا انسداد اور خنزیر صفت لوگوں کا قلع قمع ہوگا۔ جزیہ ختم کرے گا یعنی اس کا زمانہ مذہبی جنگوں کے خاتمہ کا زمانہ ہوگا۔ اس کے زمانے میں اسلام کے سوا اللہ تعالیٰ باقی ادیان کو روحانی لحاظ سے بھی اور شوکت کے لحاظ سے بھی مٹادے گا اور جھوٹے مسیح دجال کو ہلاک کرے گا اور ایسا امن وامان کا زمانہ ہوگا کہ اونٹ شیر کے ساتھ، چیتے گائیوں کے ساتھ، بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ اکٹھے چریں گے۔ بچے اور بڑی عمر کے لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جتنا عرصہ اللہ چاہے مسیح دنیا میں رہیں گے۔ پھر وفات پائیں گے۔ مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے اور ان کی تدفین عمل میں لائیں گے۔

ا۔ قال الشيخ محي الدين العربي الملقب بالشيخ الاكبر وجب نزوله في اخر الزمان بتعلقه ببدن اخر

(حاشیہ تفسیر عرائس البیان صفحہ ۱/۲۶۲)

ترجمہ: حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم کا آخری زمانہ میں نزول ان کے دوسرے بدن سے تعلق کی صورت میں واجب ہے۔

قالت فرقة المراد من نزول عيسى خروج رجل يشبه عيسى في الفضل والشرف كما يقال للرجل الخير الملك وللشرير الشيطان تشبيها بهما ولا يراد الاعيان.

(خریدة العجائب صفحہ ۲۱۴ مصنفہ امام سراج الدین ابن الوردی)

ترجمہ: ایک گروہ نے کہا ہے کہ عیسیٰ کے نزول سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص مبعوث ہوگا جو عیسیٰ علیہ السلام سے فضل اور شرف میں مشابہ ہوگا۔ جس طرح نیک آدمی کو فرشتہ اور شریر کو شیطان کہہ دیا جاتا ہے۔ تشبیہ کی وجہ سے حقیقی شخصیات مراد نہیں ہوتیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ تھیں بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے خواتین کو صدقہ کرنے کی نصیحت فرمائی۔ میرے پاس کچھ زیور اور رقم تھی میں نے صدقہ کی نیت کی (چونکہ ان کے خاوند غریب آدمی تھے اور حضرت زینبؓ بعض یتیم بچوں کی بھی پرورش کررہی تھیں اس لئے انہوں نے) اپنے خاوند سے کہا کہ جاؤ اور حضور ﷺ سے پوچھو کہ کیا میں تم پر اور ان یتیم بچوں پر جن کی میں کفالت کررہی ہوں۔ صدقہ کرسکتی ہوں؟ کیا مجھے صدقے کا ثواب ملے گا۔ انہوں نے کہا میں نہیں جاؤں گا تم خود ہی جاکر پوچھ آؤ۔ آپ فرماتی ہیں میں حضور ﷺ کے پاس گئی۔ تو کیا دیکھتی ہوں کہ انصار کی ایک اور خاتون بھی اسی غرض کے لئے حضورؐ کے دروازے پر آئی ہوئی ہے۔ جس غرض سے میں آئی تھی۔ حضرت بلالؓ ہمارے پاس سے گزرے تو ہم نے انہیں کہا کہ جائیں اور حضور ﷺ سے ہمارے مسئلے کے متعلق پوچھیں ہاں ہمارا ذکر نہ کرنا۔ وہ حضور کے پاس گئے اور ہمارا معاملہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا وہ عورتیں کون ہیں۔ بلالؓ نے عرض کی وہ زینب ہیں۔ آپ نے فرمایا کون سی زینب عرض کی عبداللہ بن مسعود کی اہلیہ۔ آپ نے فرمایا۔

ہاں اسے دگنا ثواب ملے گا۔ صلہ رحمی کا بھی اجر ملے گا اور صدقہ کا بھی ثواب ملے گا۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ۔ باب الزکوٰۃ علی الزوج والایتام فی الحجر)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خداتعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں۔ اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں۔ کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے۔ اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور ابال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پتلی کی طرح اس مشت خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں۔ کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا کا احساس نہیں۔''

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

(ازالہ اوہام صفحہ 563 ایڈیشن اول)

اور یہ خوبی بھی بدیہی طور پر ہمارے نبی ﷺ میں پائی جاتی ہے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون۔ یعنی ان کفار کو کہہ دے کہ اس سے پہلے میں نے ایک عمر تم میں ہی بسر کی ہے۔ پس کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں کس درجہ کا امین اور راستباز ہوں۔ اب دیکھو کہ یہ دونوں صفتیں جو مرتبہ نبوت اور ماموریت کے لئے ضروری ہیں یعنے بزرگ خاندان میں سے ہونا اور اپنی ذات میں امین اور راستباز اور خداترس اور نیک چلن ہونا قرآن کریم نے آنحضرت ﷺ کی نسبت کمال درجہ پر ثابت کی ہیں اور آپ کی اعلیٰ چال چلن اور اعلیٰ خاندان پر خود گواہی دی ہے۔ اور اس جگہ مَیں اس شکر کے ادا کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ جس طرح خداتعالےٰ نے ہمارے نبی ﷺ کی تائید میں اپنی وحی کے ذریعہ سے کفار کو ملزم کیا اور فرمایا کہ یہ میرا نبی اس اعلیٰ درجہ کا نیک چال چلن رکھتا ہے کہ تمہیں طاقت نہیں کہ اس کی گذشتہ چالیس برس کی زندگی میں کوئی عیب اور نقص نکال سکو۔ باوجود اس کے کہ وہ چالیس برس تک دن رات تمہارے درمیان ہی رہا ہے۔ اور نہ تمہیں یہ طاقت ہے کہ اس کے اعلیٰ خاندان میں جو شرافت اور طہارت اور ریاست اور امارت کا خاندان ہے ایک ذرہ عیب گیری کر سکو۔ پھر تم سوچو کہ جو شخص ایسے اعلیٰ اور اطہر اور انفس خاندان میں سے ہے اور اس کی چالیس برس کی زندگی جو تمہارے روبرو گذری۔ گواہی دے رہی ہے جو افترا اور دروغ بافی اس کا کام نہیں ہے تو پھر ان خوبیوں کے ساتھ جبکہ آسمانی نشان وہ دکھلا رہا ہے اور خداتعالیٰ کی تائیدیں اس کے شامل حال ہو رہی ہیں۔ اور تعلیم وہ لایا ہے جس کے مقابل پر تمہارے عقائد سراسر گندے اور ناپاک اور شرک سے بھرے ہوئے ہیں تو پھر اس کے بعد تمہیں اس نبی کے صادق ہونے میں کون سا شک باقی ہے۔ اسی طور سے خداتعالیٰ نے میرے مخالفین اور مکذبین کو ملزم کیا ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۲ میں میری نسبت یہ الہام ہے جس کے شائع کرنے پر بیس برس گذر گئے۔ اور وہ یہ ہے۔ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون (سورۃ یونس: ۱۷) یعنے ان مخالفین کو کہہ دے کہ میں چالیس برس تک تم میں ہی رہتا رہا ہوں اور اس مدت دراز تک تم مجھے دیکھتے رہے ہو کہ میرا کام افترا اور دروغ نہیں ہے اور خدا نے ناپاکی کی زندگی سے مجھے محفوظ رکھا ہے۔ تو پھر جو شخص اس قدر مدت دراز تک یعنے چالیس برس تک ہر ایک افترا اور شرارت اور مکر اور خباثت سے محفوظ رہا اور کبھی اس نے خلقت پر جھوٹ نہ بولا۔ تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ برخلاف اپنی عادت قدیم کے اب وہ خداتعالیٰ پر افترا کرنے لگا۔

(تریاق القلوب صفحہ 68)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل کش نمونے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے متعلق بہت کتب لکھی گئی ہیں جن میں خاص طور پر سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ۔ سیرۃ المہدی حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ۔ سیرت مسیح موعود علیہ السلام شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب اور اسی طرح متعدد اور کتب بھی موجود ہیں۔

مکرم ومحترم مرزا عبدالحق صاحب نے ان سب کتابوں سے حضرت اقدس کی سیرت کا خلاصہ نکال کر پیش کیا ہے۔ اور اس کو آپ نے بطور صداقت کے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کہ کس طرح وہ عظیم انسان بچپن جوانی اور بڑھاپے میں خدا کی محبت اور اس کی یاد میں مصروف رہا اور پھر اس کے ساتھ بنی نوع انسان کی خدمت میں کمربستہ رہا۔ اور اس فیض سے گھر والے اور دوست تو الگ رہے دشمن بھی فیض پاتے رہے وہ وجود مجسم رحمت تھا اور جب وہ وفات پا گیا تو دشمن بھی اس کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد کے الفاظ آپ کی عظمت کا کھلا اعتراف ہے۔

یہ سیرت کے نمونے مرزا عبدالحق صاحب کی کتاب صداقت مسیح موعود سے لئے گئے ہیں اور یقیناً قاری کے ازدیاد علم اور ایمان کا موجب ہوں گے۔

(ادارا)

بچپن

آپ کی سیرت ہمیں بتاتی ہے کہ ابتدائی عمر میں ہی آپ عبادت الٰہی میں ایسا شغف رکھتے تھے کہ آپ کے والد جو ایک معزز زمیندار اور رئیس تھے آپ کو مسیتڑ کہتے تھے۔ آپ کے والد بارسوخ تھے۔ اور ایک بڑا افسران کا دوست تھا۔ انہوں نے آپ سے دریافت کروایا کہ اگر آپ چاہیں تو افسر کے ذریعہ آپ کو بڑی ملازمت دلوا سکتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نے جس کی ملازمت کرنی تھی کر لی ہے۔

عائلی زندگی

محبت الٰہی کے عظیم خلق کی وجہ سے آپ کے باقی اخلاق بھی بہت خوبصورتی رکھتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ ایک بڑے عالم اور فصیح البیان تھے۔ بہت ذہین اور نکتہ رس تھے، وہ دس سال سے زائد آپ کے پاس رہ کر گواہی دیتے ہیں کہ گھر والوں کے ساتھ آپ کا سلوک بالکل قرآن کریم کے حکم عاشروا ھن بالمعروف کے مطابق تھا۔ یعنی گھر والوں سے نیک سلوک کرو۔ آپ نے گھر میں کبھی جھگڑا نہ کیا بلکہ گھر والوں کی بات مان لیتے۔ گویا گھر بہشتی زندگی کا نمونہ تھا۔ ان سے کبھی اونچے بھی نہ بولے، صرف ایک دفعہ فرماتے ہیں کہ ذرا اونچے بولے جس میں غصہ ملا ہوا تھا تو استغفار فرماتے رہے۔

محبت الٰہی نے آپ کو ایسی یکسوئی دے دی تھی کہ وہی سیرت ہمیں بتاتی ہے کہ بچوں کا شور مچا ہوا ہے آپ وہیں بیٹھے تصنیف فرما رہے ہوتے جو حقائق اور دقائق سے بھری ہوئی ہیں۔ گویا آپ بچوں کی موجودگی اور ان کے شور سے بالکل غافل ہوتے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ آپ کی سیرت میں لکھتے ہیں:-

''ایک دفعہ کا ذکر ہے محمود (آپ کا صاحبزادہ جو بعد میں خلیفۃ المسیح الثانی ہوئے۔ خاکسار) چار ایک برس کا تھا۔ حضرت معمولاً اندر بیٹھے لکھ رہے تھے۔ میاں محمود دیا سلائی لے کر وہاں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ بچوں کا ایک غول بھی تھا۔ پہلے کچھ دیر آپس میں کھیلتے جھگڑتے رہے۔ پھر جو کچھ دل میں آئی ان مسودات کو آگ لگا دی۔ اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے اور حضرت لکھنے میں مصروف ہیں سر اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے، اتنے میں آگ بجھ گئی اور قیمتی مسودے راکھ کا ڈھیر ہو گئے اور بچوں کو کسی اور مشغلہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت کو سیاق عبارت ملانے کے لئے کسی گذشتہ کاغذ کے دیکھنے کی ضرورت ہوئی۔ اس سے پوچھتے ہیں خاموش۔ اس سے پوچھتے ہیں دبکا جاتا ہے۔ آخر ایک بچہ بول اٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلا دیئے۔ عورتیں، بچے اور گھر کے سب لوگ حیران اور انگشت بدنداں کہ اب کیا ہوگا۔ اور درحقیقت عادتاً ان سب کو علیٰ قدر مراتب بری حالت

اور مکروہ نظارہ کے پیش آنے کا گمان اور انتظار تھا۔ اور ہونا بھی چاہئے تھا۔ مگر حضرت مسکرا کر فرماتے ہیں خوب ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی مصلحت ہوگی اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے۔''

(سیرت صفحہ ۲۰ صفحہ ۲۱)

طمانیت قلب

اسی طرح حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ سے ایک دو ورقہ گم ہوگیا۔ لیکن آپ نے کسی بھی افسوس کا اظہار نہ کیا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر سمجھادے گا۔

بڑی بڑی بیماریوں میں آپ الگ کوٹھڑی میں پڑے رہتے۔ کسی تکلیف کا اظہار نہیں کسی سے گلہ شکوہ نہیں۔ کوئی چڑ چڑا پن نہیں جو طمانیت اور جمعیت اور کسی کو بھی آزار نہ دینا آپ کو صحت میں حاصل تھا وہی سکون حالت بیماری میں بھی تھا۔ اور جب بیماری سے افاقہ ہوتا معاً وہی خندہ روئی اور کشادہ پیشانی اور پیار کی باتیں۔ یوں معلوم ہوتا کہ آپ کسی بڑے عظیم الشان۔ دلکشا۔ فرحت افزاء۔ باغ کی سیر سے واپس آئے ہیں۔ وہ ایک انسان تھا جس پر اس دنیا کی آگ۔ اس دنیا کی آفات اور مکروہات کی آگ کچھ بھی اثر نہ کرسکی۔ اس کے نور نے نار کو بجھا دیا تھا۔ وہ زمینی نہیں تھا بلکہ آسمانی تھا۔ اس کی چشم پوشی، اور فراغ حوصلگی کا احاطہ نہیں ہوسکتا۔

چشم پوشی

ایک عورت نے اندر سے کچھ چاول چرائے۔ پکڑی گئی۔ پندرہ سیر کی گٹھڑی میں چاول نکلے اسے ملامت اور پھٹکار ہونے لگی۔ آپ نے سنا تو فرمایا۔ محتاج ہے کچھ تھوڑے سے اسے دے دو اور فضیحت نہ کرو۔ کبھی کسی سے باز پرس نہ کی۔ لیکن گھر بار میں رعب اور جلال تھا۔ ہر ایک کے دل میں ادب، ہیبت اور احترام، لیکن وہ ہیبت محبت اور پیار سے ملی ہوئی ہوتی۔

اگر کوئی بات کرتا تو توجہ سے سنتے خواہ لمبی ہی ہوتی اور یہ اشارہ نہ فرماتے کہ تمہاری باتیں فضول ہیں۔ سودا لانے والوں سے باز پرس نہیں اور جو کچھ خرچ کیا اور جو کچھ واپس دیا آنکھ بند کر کے لے لیا اور جیب میں ڈال لیا۔ بیسیوں روپے کے سودے بھی منگوائے تو گرفت نہیں۔ سختی نہیں۔ خدا جانے کیا قلب تھا۔ اندر بھی کسی سے تکرار نہ ہوتی۔ اگر ضرورت کے مطابق کسی چیز کے تیار کرنے کی فرمائش کرتے تو اگر اس میں غفلت بھی کی جاتی تو مسکرا کر الگ ہوجاتے۔ خادم عورتیں جو چاہتیں پکاتیں اور کھاتیں اور اس طرح کرتیں گویا اپنا ہی گھر ہے۔ ایسا پاک اور بے شر وجود تھا کہ اس نے شاید کسی چیونٹی کو بھی مسلا ہو اور آپ کا ہاتھ کسی دشمن پر بھی کبھی نہ اٹھا۔

بیوی سے حسن سلوک

آپ کے گھر والوں کو آپ پر پورا ایمان اور یقین تھا۔ آپ نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر ایک اور نکاح کی پیشگوئی فرمائی جو بعض حالات کے ساتھ مشروط تھی۔ آپؑ کے گھر والوں نے اس پیشگوئی کے پورا ہونے میں آپ کا صدق دلی سے ساتھ دیا۔ حالانکہ اپنے اوپر سوت کا لانا ایک عورت کے لئے طبعاً سخت کراہت والی بات ہے۔

سینکڑوں مرتبہ دیکھا گیا کہ آپ اپنے مکان کے اوپر والے دالان میں تنہا بیٹھے لکھ رہے ہیں یا فکر کررہے ہیں اور اپنی قدیمی عادت کے مطابق دروازے بند کر کے بیٹھے ہیں۔ ایک لڑکے نے زور سے دستک بھی دی اور منہ سے بھی کہا ابا بوا کھول۔ آپ وہیں اٹھے اور دروازہ کھول دیا۔ بچہ نے اندر گھس کر ادھر ادھر دیکھا اور الٹے پاؤں نکل گیا۔ آپ پھر دروازہ بند کر لیتے۔ دو ہی منٹ کے بعد پھر بچہ آتا اور دروازہ کھٹکھٹاتا۔ آپ پھر بڑے اطمینان سے کھول دیتے۔ وہ جھانک کر پھر بھاگ جاتا۔ لیکن آپ کسی غصہ کا اظہار نہ فرماتے اور اپنے کام میں مصروف رہتے۔ بچوں کو سزا نہ دیتے فرماتے جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے۔ کاش ان کے لئے سوز دل سے دعائیں کریں۔ خدا تعالیٰ والدین کی دعاؤں کو بچوں کے حق میں خاص طور پر قبول فرماتا ہے۔ تحمل اور بردباری آپ میں حد درجہ تھی۔

سادہ زندگی

مکان اور لباس کی آرائش اور زینت سے بالکل غافل اور بے پرواہ تھے۔ جس تخت پر گرمیوں میں بیٹھتے اس پر مٹی ہوتی تو بھی پرواہ نہ کرتے۔ مکان کے متعلق بار بار تاکید فرماتے کہ اینٹوں اور پتھروں پر پیسہ خرچ کرنا عبث ہے۔ اتنا ہی کام کرو۔ جو چند روز بسر کرنے کی گنجائش ہوجائے۔ اپنے مکانوں کو اپنے اور اپنے دوستوں میں مشترک جانتے۔ گھر مہمانوں سے بھر جاتا۔

قیمتی سے قیمتی کپڑے تحفوں میں آتے لیکن آپ ان کی سنبھال میں وقت ضائع نہ کرتے۔ واسکٹ کے بٹن ٹوٹ جاتے تو پرواہ نہ کرتے۔ دینی کام آپڑنے سے کھانا، پینا اور سونا اپنے اوپر حرام کر لیتے۔ کسی شغل اور تصرف کو جو دینی کام میں حارج ہوسکتا۔ سخت ناپسند فرماتے۔ دینی کاموں میں اس قدر انہاک ہوتا کہ ایک آپ کے صاحبزادے

محمود نے آپ کی واسکٹ کی جیب میں ایک اینٹ ڈال دی۔ لیٹنے پر آپ کو وہ چبھتی۔ آپ نے حامد علی ملازم سے فرمایا کہ کچھ دنوں سے پسلی میں درد ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز چبھتی ہے۔ حامد علی نے ہاتھ مارا تو جیب میں اینٹ۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا او ہو چند روز ہوئے محمود نے میری جیب میں ڈالی تھی۔

عجز وانکسار

آپ میں عجز و انکسار اس قدر تھا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ آپ زمین پر بیٹھے ہوں اور لوگ فرش پر یا اونچے بیٹھے ہوں۔ آپ کا قلب مبارک اس کا احساس بھی نہ کرتا۔ ایک دفعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ دوپہر کے وقت اندر مکان میں ایک چارپائی پر لیٹ گئے۔ آپ وہاں ٹہل رہے تھے۔ ایک دفعہ مولوی صاحب جاگے تو آپ فرش پر چارپائی کے پاس لیٹے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب ادب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھے۔ آپ نے بڑی محبت سے پوچھا کہ کیوں اٹھ بیٹھے ہیں۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ آپ نیچے سوئے ہیں میں اوپر کیسے سوسکتا ہوں۔ مسکرا کر فرمایا میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا اور بچوں کو شور کرنے سے روکتا تھا۔ تا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے۔

تکریم خدام

اپنے خدام کو بڑے ادب اور احترام سے پکارتے۔ تحریروں میں ''حضرت اخویم مولوی صاحب'' اور ''اخویم حبی فی اللہ مولوی صاحب'' لکھتے۔ چھوٹے بڑے اور ذات پات کا ہرگز خیال نہ ہوتا۔

باجماعت نماز

آپ پانچ وقت نماز باجماعت پڑھتے اور نماز باجماعت کے لئے ازبس تاکید فرماتے اور بارہا فرماتے۔ مجھے اس سے زیادہ کسی بات کا رنج نہیں ہوتا کہ جماعت کیساتھ نہ نماز نہ پڑھی جائے فریضہ ادا کرنے کے بعد آپ معاً اندر تشریف لے جاتے اور تصنیف کے کام میں مصروف ہو جاتے، مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے رہتے۔ کھانا بھی دوستوں سے مل کر کھاتے۔ دوپہر کا کھانا بھی باہر احباب کے ساتھ کھاتے، باتیں بھی ہو جاتیں۔

شہرت سے کراہت

آپ کی ہر حرکت اور ادا سے صاف ترشح ہوتا کہ آپ کو کوئی حب جاہ وعلو نہیں۔ اور آپ جلوت میں محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی خاطر بیٹھتے ہیں۔ فرماتے جو لذت مجھے خلوت میں آتی ہے۔ خدا کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا۔ میں قریب ۲۵ سال خلوت میں بیٹھا رہا ہوں۔ اور کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں چاہا کہ دربار شہرت کی کرسی پر بیٹھوں۔ مجھے اس سے طبعاً کراہت رہی ہے کہ لوگوں میں مل کر بیٹھوں۔

دینی مسائل کا جواب نہایت نرمی سے دیتے۔ خواہ کتنی ہی بے باکی سے سوال کئے جاتے۔ ایک ہندوستانی مولوی نے مسجد میں آپ سے گفتگو کی جس میں آپ کو کاذب اور مکار وغیرہ کہا مگر آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا اور بڑے سکون سے جواب دئے۔ دلخراش اور لغو کلام سے بھی نہ گھبراتے۔ دین کی تائید میں کوئی مضمون لکھے یا شعر کہے تو آپ بڑی قدر کرتے اور بہت ہی خوش ہوتے اور بارہا فرماتے کہ اگر کوئی تائید دین کے لئے ایک لفظ ہمیں نکال کر دے تو ہمیں موتیوں اور اشرفیوں سے بھی زیادہ بیش قیمت معلوم ہوتا ہے۔

عہد دوستی کی رعایت

بارہا قسم کھا کر فرمایا کہ ہم ہر ایک شے سے محض خدا تعالیٰ کے لئے پیار کرتے ہیں۔ بیوی ہو، بچے ہوں۔ دوست ہوں، سب سے ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

آپ سے محبت کرنے والا بالمقابل آپ کی محبت دیکھ کر شرمندہ ہو جاتا اور اپنی محبت کو بہت پست اور کم دیکھتا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی بیماری پر جو خط آپ کو لکھا وہ نہایت ہی پر محبت ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا جو شخص مجھ سے ایک دفعہ عہد دوستی باندھے۔ مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو میں اس سے قطع تعلق نہیں کرسکتا۔ شراب پی کر گرے ہوئے کو بھی اٹھا کر لے آئیں۔

عفو

کسی کو اس کی خطا پر مخاطب کر کے ملامت نہ کرتے۔ اصلاح کے لئے عام بات کرتے۔ عقد ہمت اور دعا سے خطا کار کی طرف متوجہ ہوتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اصلاح کی توفیق دیتا۔

کبھی ذومعنے بات نہ کرتے نہ کبھی آنکھ سے اشارہ کرتے۔ حقیقت میں آپ کی ذات ایسی لینت۔ حلم اور اغماض تھی کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں ہوسکتی فبما رحمة من الله لنت لهم کے پورے مصداق تھے۔

سیر کے لئے جاتے تو دائیں بائیں نہ دیکھتے اور ہمیشہ پشت پا پر نظر کر کے چلتے کوسوں پیادہ سفر کر سکتے۔

دوستوں سے محبت

خدام کا آپ کے کثرت سے آنا بہت پسند

فرماتے تا کہ آپ کی بعثت کی غرض پوری ہو ان کا آنا بوجھ نہ سمجھتے اور ایسا سمجھنے کو شرک خیال فرماتے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ لاہور سے کثرت سے آتے تو آپ بہت خوش ہوتے اور فرماتے لاہور سے تو مفتی صاحب ہی ہمارے حصہ میں آئے ہیں۔ فرماتے ہمارے دوستوں کو کس نے بتایا کہ زندگی بڑی لمبی ہے جو وقت ملے اسے غنیمت سمجھنا چاہئے اور ہمارے پاس آنا چاہئے۔

حوصلہ

لوگوں کے گالیاں دینے پر نہ گھبراتے۔ زٹلی جیسی گالیاں دینے والا شائد مشرکین عرب میں سے بھی کوئی نہ ہو۔ مگر اس سے بھی کبھی برہم نہ ہوتے۔ تحریر میں ابطال باطل اور احقاق حق کے لئے لوجہ اللہ لکھنا پڑتا۔ مگر آپ کے نفس کا اس میں کوئی دخل نہ ہوتا اور اپنی مجالس میں ان کا کوئی ذکر نہ فرماتے گویا ایک ڈیوٹی ادا کی اور بس۔

کوئی ہولناک اور غم انگیز سانحہ آپ کی توجہ کو منتشر اور مفوضہ کام سے غافل نہ کر سکتا۔ اقدام قتل کے مقدمہ کے دوران بھی کبھی کسی گھبراہٹ کا اظہار نہ کیا۔ آپ ہمیشہ فرماتے کوئی واقعہ زمین پر نہیں ہو سکتا۔ جب تک آسمان پر پہلے طے نہ پا لے۔ اللہ تعالیٰ واقعی میں آپ کا رکن شدید اور حصن حصین تھا۔

آپ بچوں کی خبر گیری اور پرورش اس طرح کرتے کہ ایک سرسری دیکھنے والا سمجھتا کہ آپ سے زیادہ اولاد کی محبت کسی کو نہ ہوگی۔ ان کی بیماری میں پوری توجہ دیتے اور تیمارداری کرتے۔ مگر ایک باریک بین دیکھ سکتا تھا کہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے لئے تھا۔ ضعیف مخلوق کی رعایت اور پرورش مدنظر ہوتی۔ آپ کی پہلی بچی عصمت بیمار ہوئی تو بے حد توجہ۔ فوت ہوگئی، تو آپ یوں الگ ہوگئے کہ گویا کوئی چیز تھی ہی نہیں۔

چشم پوشی

کوئی نوکر خواہ کتنا بڑا نقصان کر دیتا۔ آپ معاف کر دیتے۔ اور معمولی چشم نمائی بھی نہ کرتے ایک دفعہ حامد علی آپ کے خط ڈالنے بھول گئے جن میں بعض نہایت ضروری تھے اور بعض رجسٹرڈ تھے اور آپ ان کے جواب کے منتظر تھے۔ آپ کے صاحبزادے کچھ لفافے اور کارڈ لے کر آئے کہ ابا ہم نے کوڑے کے ڈھیر سے نکالے ہیں آپ نے دیکھا تو وہی خط تھے جو حامد علی کو دئے تھے۔ حامد علی کو بلوا کر خط دکھائے اور بڑی نرمی سے صرف اتنا کہا حامد علی تمہیں نسیان بہت ہو گیا ہے فکر سے کام کیا کرو۔

ہتک حرمات اللہ اور اہانت شعائر اللہ کو کبھی برداشت نہ کرتے۔ اسلام پر اعتراض کی کوئی کتاب چھپتی تو بے چین ہو جاتے۔

حکومت کے خلاف کبھی باتیں نہ کرتے۔

سادگی

ایک روز اخراجات کا تذکرہ ہوا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کھانے کے متعلق میں اپنے نفس میں اتنا تحمل پاتا ہوں کہ ایک پیسہ پر دو وقت بڑے آرام سے بسر کر سکتا ہوں۔ ایک دفعہ امتحان کے لئے چھ ماہ تک کوئی ایک آدھ لقمہ کھا کر گزارہ کر لیا۔ گھر سے جو کھانا آتا مسکینوں میں تقسیم کر دیتا لیکن عام لوگوں کو ان ریاضتوں میں نہیں پڑنا چاہئے۔ ورنہ جسم کو نقصان پہنچ جاتا ہے اور دیوانہ ہو جاتے ہیں۔

سائل کو کبھی رد نہ کرتے۔ ایک دفعہ ایک سائل نے آہستہ سے اس وقت مانگا جب آپ کسی ضروری کام کے لئے اندر جا رہے تھے جلد ہی واپس تشریف لائے اور خلیفہ نورالدین صاحب کو آواز دی کہ دیکھو سائل کہاں ہے لیکن انہیں نہ ملا۔ شام کو وہ پھر آیا۔ آپ نے بہت جلد جیب سے کچھ نکال کر اسے دیا اور بہت خوش ہوئے اور فرمایا میرے دل پر ایک بوجھ تھا جو دور ہوا۔

باوضو ذکر الٰہی میں مصروف

آپ **سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ سبحان اللّٰہ العظیم** بڑی کثرت سے پڑھتے۔ عام طور پر باوضو رہتے نماز تہجد کا ہمیشہ التزام کرتے، کبھی کبھی نماز اشتراق بھی ادا کرتے۔ رات کا زیادہ حصہ جاگ کر گزارتے۔ صبح کی نماز کے بعد کچھ آرام فرماتے۔ سنتیں گھر میں جا کر ادا کرتے۔ نفلی روزے بھی رکھتے خصوصاً شوال کے۔ خاص دعاؤں کے لئے بھی روزے رکھتے۔ آپ کی نمازوں میں سوز و درد بہت ہوتا۔ سفر میں نماز کو قصر کرتے۔ درود شریف بہت پڑھتے۔ قرآن شریف بہت کثرت سے پڑھتے۔

صدقہ

آپ صدقہ بہت دیا کرتے تھے۔ قرض لیتے تو واپس کرتے وقت کچھ زیادہ دیتے۔ مہمانوں کا بے حد خیال رکھتے اور ان کی طبیعت کے موافق کھانا دیتے۔

آپ جمعہ کے دن کپڑے بدلتے اور خوشبو لگاتے۔

آپ ہر وقت دینی کام میں مصروف رہتے۔ فقیر کے طور پر زندگی گذاری۔ عام طور پر محویت کے عالم میں رہتے۔

بسا اوقات آپ ساری ساری رات تصنیف کے کام میں لگا دیتے تھے۔ اور صبح کو پھر کمر کس کر ایک چوکس اور چست سپاہی کی طرح دین خدا کی خدمت میں ایستادہ کھڑے ہو جاتے تھے۔ آپکے ساتھ کام

کرنے والے تھک جاتے لیکن یہ خدا کا بندہ اپنے آقا کی خدمت میں نہ تھکتا تھا نہ ماندہ ہوتا تھا۔

عفت

عفت میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال بخشا تھا۔ ہمیشہ نظر نیچی رکھتے جب مخاطب ہو کر کلام فرماتے تھے تو بھی آنکھیں نیچی ہی رہتیں۔ گھر میں بیٹھتے۔ آپ کو اکثر یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ اس مکان میں اور کون کون بیٹھتا ہے۔ غیر محرم کی طرف کبھی نظر اٹھا کر نہ دیکھتے۔

غض بصر

غض بصر اور پاکیزگی قلب انتہاء کو پہنچے ہوئے تھے۔ گھر میں عورتیں جس طرح چاہتیں رہتیں۔ آپ کبھی ان کی طرف دھیان نہ کرتے۔ سیالکوٹ میں جب تین چار سال رہائش رکھی۔ تو کمرے کا دروازہ اس طرف منہ کئے بغیر بند کرتے تا کہ گلی میں کسی گذرتی ہوئی عورت پر نظر نہ پڑے۔

یہ ایک نہایت مختصر سا خاکہ آپ کی سیرت کے چند پہلوؤں کا ہے۔ تفصیلی واقعات آپ کی سیرت کی کتب میں عینی شاہدوں کی زبانی درج ہیں۔

آں حضرت ﷺ کے اخلاق کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کان خلقه القرآن (حدیث) یعنی آپ کے اخلاق قرآن کے عین مطابق اور اس کی عملی تصویر تھے۔ یہی بات آپ کے ظلِ کامل حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر صادق آتی ہے۔ آپ بھی اپنے آقا کی پیروی میں عظیم اخلاق کے مالک تھے۔ لیکن یہ سب اخلاق محبت الٰہی کے خلق کے گرد گھومتے تھے اور اسی کے ثمرات تھے۔ اصل بنیاد محبت الٰہی تھی۔ جس کا اظہار ہر رنگ میں ہوتا تھا۔

☆☆☆☆☆

غزل

انا کو مارنے کا جب ارادہ کر لیا میں نے
تو فہم ذات کو صیقل زیادہ کر لیا میں نے

کسی کی تنگ نظری نے مجھے یہ فیض پہنچایا
کہ اوروں کے لئے دل کو کشادہ کر لیا میں نے

وفا کا لفظ ان کے لب سے کچھ اس شان سے نکلا
کہ حرز جان پھر یہ حرف سادہ کر لیا میں نے

مری نادانیاں کہ بے نیازی دیکھ کر اس کی
بتوں کو اپنے دل میں ایستادہ کر لیا میں نے

جھکاؤ دیکھ کر دنیا کی جانب سب یہی سمجھے
قطع ان سے تعلق ہی مبادا کر لیا میں نے

تغافل لاکھ وہ برتے نہ یہ دہلیز چھوٹے گی
بس اپنے آپ سے یہ اب تو وعدہ کر لیا میں نے

شراب درد کی لذت بھی کیا ہے جب نشہ ٹوٹا
تو پھر سے اہتمام جام و بادہ کر لیا میں نے

اتر آئے ہیں جب بھی زندگی میں میری سناٹے
تو پھر عہد محبت کا اعادہ کر لیا میں نے

اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے
یہی سوچ کے آسان جادہ کر لیا میں نے

کبھی خود کو سنبھالا کھا کے ٹھوکر تو کبھی لوگو
تمہاری لغزشوں سے استفادہ کر لیا میں نے

جگر کے خون کے دھارے مری آنکھوں سے بہہ نکلے
لہو سے اپنے ہی رنگیں لبادہ کر لیا میں نے

صاحبزادی امتہ القدوس

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعزیت کے انداز

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

نواب محمد علی خان صاحب کی بیگم صاحبہ اولیٰ کی وفات پر تعزیت کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج صدمہ عظیم کی تار مجھ کو ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرماوے اور اس کے عوض کوئی آپ کو بھاری خوشی بخشے میں اس درد کو محسوس کرتا ہوں جو اس ناگہانی مصیبت سے آپ کو پہنچا ہوگا۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ آئندہ خداتعالیٰ آپ کو ہر ایک بلا سے آپ کو بچاوے اور پردہ غیب سے اسباب راحت آپ کے لئے میسر کرے۔ میرا اس وقت آپ کے درد سے دل دردناک ہے۔ اور سینہ غم سے بھرا ہے۔ خیال آتا ہے کہ دنیا کیسی بے بنیاد ہے۔ ایک دم میں ایسا گھر کہ عزیزوں اور پیاروں سے بھرا ہوا ہو ویران و بیابان دکھائی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس رفیق کو غریق رحمت کرے اور اس کی اولاد کو عمر اور اقبال اور سعادت بخشے۔ لازم ہے کہ ہمیشہ ان کو دعائے مغفرت میں یاد رکھیں۔

پہلی دو تاریں ایسے وقت میں پہنچیں کہ میرے گھر کے لوگ سخت بیمار تھے اور اب بھی بیمار ہیں تیسرا مہینہ ہے دست اور مروڑ ہیں کمزور ہوگئے ہیں بعض وقت ایسی حالت ہوجاتی ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ غشی پڑگئی۔ اور حاملہ کی غشی گویا موت ہے۔ دعا کرتا ہوں مجھے افسوس ہے کہ آپ کے گھر کے لوگوں کے لئے مجھے دعا کا موقع بھی نہ ملا۔ تاریں بہت بیوقت پہنچیں۔ اب میں یہ خط اس نیت سے لکھتا ہوں کہ آپ پہلے ہی بہت نحیف ہیں میں ڈرتا ہوں کہ بہت غم سے آپ بیمار نہ ہوجائیں اب اس وقت آپ بہادر بنیں اور استقامت دکھلائیں۔ ہم سب لوگ ایک دن نوبت بہ نوبت قبر میں جانے والے ہیں۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ غم کو دل پر غالب نہ ہونے دیں۔ میں تعزیت کے لئے آپ کے پاس آتا مگر میری بیوی کی ایسی حالت ہے کہ بعض وقت خطرناک حالت ہوجاتی ہے۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ۸ نومبر ۱۸۹۸ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر سوم صفحہ ۹۵)

دوسرا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر اور استقامت بخشے اور اس مصیبت کا اجر عطا فرماوے۔ دنیا کی بلائیں ہمیشہ ناگہانی ہوتی ہیں۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو۔ آپ دوسری شادی کی تجویز کریں۔ میں ڈرتا ہوں کہ آپ کو اس صدمہ سے دل پر کوئی حادثہ نہ پہنچے۔ جہاں تک ممکن ہو کثرت غم سے پرہیز کریں۔ دنیا کی یہی رسم ہے۔ نبیوں اور رسولوں کے ساتھ یہی ہوتی آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس سے پیار کرتا ہے اسے کسی امتحان میں ڈالتا ہے اور جب وہ اپنے امتحان میں پورا نکلتا ہے تو اس کو دنیا اور آخرت میں اجر دیا جاتا ہے۔ ایک امر آپ کو اطلاع دینے لائق ہے کہ آج جو پیر کا دن ہے (یہ رات پیر کی جو گزری ہے۔ ناقل) اس میں غالباً تین بجے کے قریب آپ کی نسبت مجھے الہام ہوا۔ اور وہ یہ ہے۔ فَبِاَیِّ عَزِیْزٍ بَعْدَهٗ تَعْلَمُوْنَ۔ یہ اللہ جلشانہ کا کلام ہے۔ وہ آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اس حادثہ کے بعد اور کون سا بڑا حادثہ ہے جس سے تم عبرت پکڑو گے اور دنیا کی بے ثباتی کا تمہیں علم ہوگا۔

میاں بیوی کا رشتہ سب سے نرالہ ہوتا ہے

درحقیقت اگرچہ بیٹے بھی پیارے ہوتے ہیں۔ بھائی اور بہنیں بھی عزیز ہوتی ہیں لیکن میاں بیوی کا علاقہ ایک الگ علاقہ ہے جس کے درمیان اسرار ہوتے ہیں۔ میاں بیوی ایک ہی بدن اور ایک ہی وجود ہوجاتے ہیں ان کو صدہا مرتبہ اتفاق ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی جگہ سوتے ہیں وہ ایک دوسرے کا عضو ہوجاتے ہیں۔ بسا اوقات ان میں ایک عشق کی سی محبت پیدا ہوجاتی ہے اس محبت اور باہم انس پکڑنے کے زمانہ کو

یاد کر کے کون دل ہے جو پر آب نہیں ہوسکتا۔ یہی وہ تعلق ہے جو چند ہفتہ باہر رہ کر آخر فی الفور یاد آتا ہے۔اسی تعلق کا خدا نے بار بار ذکر کیا ہے۔ کہ باہم محبت اور انس پکڑنے کا یہی تعلق ہے۔ بسا اوقات اس تعلق کی برکت سے دنیوی تلخیاں فراموش ہوجاتی ہیں۔ یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس تعلق کے محتاج تھے۔ جب سرور کائنات ﷺ بہت ہی غمگین ہوتے تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہاتھ مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ ارحنا یا عائشہ یعنی اے عائشہ ہمیں خوش کر کہ ہم اس وقت غمگین ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ اپنی پیاری بیوی۔ پیارا رفیق اور انیس عزیز ہے جو اولاد کی ہمدردی میں شریک غالب اور غم کو دور کرنے والی اور خانہ داری کے معاملات کی متولی ہوتی ہے جب وہ یک دفعہ دنیا سے گزر جاتی ہے تو کیسا صدمہ ہے اور کیسی تنہائی کی تاریکی چاروں طرف نظر آتی ہے اور گھر ڈراؤنا معلوم ہوتا ہے۔ اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے سو اس الہام میں خدا تعالیٰ نے یہی یاد دلایا ہے کہ اس صدمہ سے دین میں قدم آگے رکھو۔ نماز کے پابند اور سچے مسلمان بنو اگر ایسا کرو گے تو خدا جلد اس کا عوض دے گا۔ اور غم کو بھلا دے گا۔ وہ ہر ایک بات پر قادر ہے یہ الہام تھا اور پیغام تھا اس کے بعد آپ ایک تازہ نمونہ دینداری کا دکھلائیں۔ خدا برحق ہے اور اس کے حکم برحق۔ تقویٰ سے غموں کو دور کر دیتا ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد نومبر ۱۸۹۸ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم صفحہ ۵۰۳)

اس تعزیت کے خط نے حضرت نواب صاحب کی حالت بدل دی اور واقعات بتلاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس تعزیت نامہ سے ایک زندگی کی روح پائی جوان کو نیچے کی طرف نہیں بلکہ اوپر کی طرف اٹھا کر لے گئی۔ اور اس کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو وہ شرف اور عزت دی جو دنیا میں کسی اور کے حصے نہیں آسکتی۔ اس امتحان کے بعد پھر انہوں نے حضرت کے منشا کے موافق دوسری شادی کی اور وہ خاتون نیک دل بھی خدا کی مشیت کے ماتحت اور بطور ایک نشان کے فوت ہوگئی۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے وہ سامان پیدا کیا جس نے ان کو دنیا میں ممتاز اور مختص کر دیا۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تعلقات صہری قائم ہوئے۔ سیرت کے اس حصہ میں نواب صاحب کے فضائل پر بحث کرنا مقصود نہیں مگر میں واقعات کی اس شہادت کو مخفی نہیں رکھ سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہدایات پر عمل کرنے کا یہ ثمرہ ہے اور الہام الٰہی پر ایمان لاکر صبر و رضا کے مراحل طے کر کے اس امتحان میں پورا اترنے کا یہ اجر ہے۔

خان صاحب ذوالفقار علی خان صاحب کی اہلیہ کلاں کی تعزیت

۲۲ جولائی ۱۹۰۵ء کو مکرمی خان صاحب ذوالفقار علی خان صاحب کی اہلیہ کلاں کی وفات کا ذکر آیا تو آپ نے جناب مفتی محمد صادق صاحب کو ارشاد فرمایا کہ

''ہماری طرف سے ان کو تعزیت نامہ لکھ دیں کہ صبر کریں موت فوت کا سلسلہ لگا ہوا ہے۔ صبر کے ساتھ اجر ہے۔ فرمایا قبولیت دعا حق ہے لیکن دعا نے موت فوت کے سلسلہ کو کبھی بند نہیں کیا۔ تمام انبیاء کے زمانہ میں یہی حال ہوتا رہا ہے۔ وہ لوگ بڑے نادان ہیں جو اپنے ایمان کو اس شرط سے مشروط کرتے ہیں کہ ہماری دعا قبول ہو اور ہماری خواہش پوری ہو۔ ایسے لوگوں کے متعلق قرآن شریف میں آیا ہے۔

''ومن الناس من یعبداللہ علیٰ حرف فان اصابہ خیر اطمان بہ و ان اصابتہ فتنتہ انقلب علی وجھہ خسر الدنیا و الاخرۃ ذالک ھوا لخسران المبین. یعنی بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایک کنارے پر کھڑے ہو کر کرتے ہیں۔ اگر اس کو بھلائی پہنچے تو اس کو اطمینان ہوجاتا ہے اور اگر کوئی فتنہ پہنچے تو منہ پھیر لیتا ہے۔ ایسے لوگوں کو دنیا اور آخرت کا نقصان ہے اور یہ نقصان ظاہر ہے۔''

فرمایا ''صحابہ کے درمیان بھی بیوی بچوں والے تھے۔ اور سلسلہ بیماری اور موت فوت کا بھی ان کے درمیان جاری تھا۔ لیکن ان میں ہم کوئی ایسی شکایت نہیں سنتے۔ جیسے کہ اس زمانہ کے بعض نادان شکایت کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ دنیا کی محبت کو طلاق دے چکے تھے وہ ہر وقت مرنے کے لئے تیار تھے۔ تو پھر بیوی بچوں کی ان کو کیا پرواہ تھی۔ وہ ایسے امور کے واسطے کبھی دعائیں نہ کراتے تھے۔ اور اسی واسطے ان میں کبھی ایسی شکائتیں بھی پیدا نہ ہوتی تھیں۔ وہ دین کی راہ میں اپنے آپ کو قربان کر چکے ہوئے تھے۔''

حضرت سیٹھ عبدالرحمان صاحب مدراسی کی بہو کی تعزیت

حضرت سیٹھ عبدالرحمان مدراسی سلسلہ کے ان مخلصین اور سابقون الاولون میں سے تھے جو حضرت اقدس کو بہت ہی عزیز تھے۔ جنہوں نے سلسلہ کی اعانت میں بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ اور بالآخر بڑے خطرناک مالی ابتلاؤں میں بلوئے گئے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت اور آپ کی دعاؤں نے آپ کے قلب کو مطمئن اور آپ کے ایمان کو زندہ ایمان بنا دیا تھا۔ یہ امر آپ کو ان مکتوبات سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو لکھے (یہ مجموعہ الحمد للہ ایڈیٹر الحکم نے چھاپ دیا ہے) انہی مالی ابتلاؤں کے درمیان ان کو یہ صدمہ

بھی پیش آیا۔ کہ ان کے پیارے بیٹے سیٹھ احمد کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس موقعہ پر تعزیت کے دو خط سیٹھ صاحب کو لکھے۔ میں اس باب کو انہیں مکتوبات پر ختم کر دیتا ہوں۔

پہلا خط

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج آپ کی تار کے ذریعہ یک دفعہ غم کی خبر یعنی واقعہ وفات عزیزی سیٹھ احمد صاحب کی بیوی کا سن کر دل کو بہت غم اور صدمہ پہنچا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی کا یہ نمونہ ہے کہ ابھی تھوڑے دن گذرے ہیں کہ عزیز موصوف کی اس شادی کا اہتمام ہوا تھا۔ اور آج وہ مرحومہ قبر میں ہے۔ جس قدر اس ناگہانی واقعہ سے آپ کو اور سب عزیزوں کو صدمہ پہنچا ہوگا اس کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے اور نعم البدل عطا کرے اور عزیزی سیٹھ احمد صاحب کی عمر لمبی کرے آمین ثم آمین۔ اس خبر کے پہنچنے پر ظہر کی نماز میں جنازہ پڑھا گیا اور نماز میں مرحومہ کی مغفرت کے لئے بہت دعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس غم اور صدمہ کی عوض میں بہت خوشی پہنچاوے آمین۔ باقی تادم تحریر خیریت ہے۔

والسلام خاکسار مرزا غلام احمد ۱۳۔ اگست ۱۸۹۹ء۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اول صفحہ ۲۹)

دوسرا خط

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ پہنچا۔ مجھ کو سخت افسوس ہے جس کو میں بھول نہیں سکتا کہ مجھ کو قبل اس حادثہ وفات کے وقت اس کامل دعا کا موقعہ نہیں ملا جو اکثر کرشمہ قدرت دکھلاتی ہے۔ میں دعا کرتا رہا۔ مگر وہ اضطراب جو سینہ میں ایک جلن پیدا کرتی ہے اور دل کو بے چین کر دیتی ہے وہ اس لئے کامل طور پر پیدا نہ ہوئی کہ آپ کے عنایت نامجات جو حال میں آئے تھے یہ فقرہ بھی درج ہوتا رہا کہ۔ اب کسی قدر آرام ہے۔ اور آخری خط آپ کو جو نہایت اضطراب سے بھرا ہوا تھا اس تار کے بعد آیا۔ جس میں وفات کی خبر تھی۔ اس خانہ ویرانی سے جو دوبارہ وقوع میں آ گئی رنج اور درد غم تو بہت ہے نہ معلوم آپ پر کیا کیا قلق اور رنج گذرا ہوگا۔ لیکن خداوند کریم و رحیم کی اس میں کوئی بڑی حکمت ہوگی۔ یہ بیماری طبیبوں کے نزدیک متعدی بھی ہوتی ہے اور اس گھر میں جو ایسی بیماری ہو سب کو خطرہ ہوتا ہے۔ اور خاوند کے لئے سب سے زیادہ۔ سو شاید ایک یہ بھی حکمت ہو۔ خداوند تعالیٰ عزیزی سیٹھ احمد کی عمر دراز کرے۔ اور اس کے عوض میں بہتر صورت عطا فرمائے یہ ضروری ہے کہ آپ اس غم کو حد سے زیادہ دل پر نہ ڈالیں کہ ہر ایک مصیبت کا اجر ہے۔ اور مناسب ہے کہ اب کی دفعہ ایسے خاندان سے رشتہ نہ کریں جن میں یہ بیماری ہے۔ نیز جو آپ نے اپنے لئے تحریک کی تھی اس تحریک میں سست نہ ہوں۔ خدا تعالیٰ پر توکل کر کے ہر ایک کام درست ہو جاتا ہے۔ باقی سب خیریت ہے۔

کتاب تریاق القلوب چھپ رہی ہے انشاء اللہ القدیر دو تین ہفتہ تک چھپ جائے گی باقی خیریت ہے

والسلام خاکسار مرزا غلام احمد ۲۶ ستمبر ۱۸۹۹ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اول صفحہ ۲۹)

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام عیادت اور تعزیت کے لئے ہمیشہ مسنون طریق اختیار کرتے اور ان لوگوں کو ایسے طور پر تسلی اور حوصلہ دلاتے۔ کہ اس وقت وہ ہم و غم ان کے دل سے ضرور کافور ہو جاتا۔ اور اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ کے قلب مطمئن سے وہ بات نکلا کرتی تھی۔ اور اس میں سچی ہمدردی اور حقیقی غم گساری کی روح ہوتی تھی۔ تکلف اور دنیا سازی نہیں ہوتی تھی۔

لوگ عیادت یا تعزیت ایک رسم کے طور پر کرتے ہیں۔ یا اس کو ایک قسم کا اخلاقی تبادلہ سمجھتے ہیں۔ کہ فلاں شخص میری عیادت کے لئے آیا تھا۔ اس لئے مجھے بھی جانا چاہئے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محض ان کے شفقت علیٰ خلق اللہ کے اصول پر اور نصح کے رنگ میں اس خلق عظیم کا ظہور ہوتا تھا اور یہی رنگ ہمارے عملی نقطۂ نگاہ میں مدنظر رہنا ضروری ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر 17

''جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ .... جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گنہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔..........''

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 44-45)

'' کامل تعلیم وہ ہے.......... جو آنحضرت ﷺ کے ذریعہ ہم کو ملی.......... یعنی بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے جو کی گئی ہو لیکن جو شخص گناہ کو بخش دے اور ایسے موقعہ پر بخش دے کہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو۔ کوئی شر پیدا نہ ہوتا ہو تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا ہرگز یہ منشاء نہیں کہ خواہ مخواہ ہر مقام پر شر کا مقابلہ نہ کیا جاوے اور انتقام نہ لیا جاوے بلکہ منشاء الٰہی یہ ہے کہ محل اور موقعہ کو دیکھنا چاہئے کہ آیا وہ موقعہ گناہ کے بخش دینے کا اور معاف کر دینے کا ہے یا سزا دینے کا۔ اگر اس وقت سزا دینا ہی مصلحت ہو تو اس قدر سزا دی جائے جو سزاوار ہے اور اگر عفو کا محل ہے تو سزا کا خیال چھوڑ دو۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 644`645)

عفو و درگذر

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ارشادات

(مرتبہ:۔مرزا خلیل احمد صاحب قمر)

عفواور ایصال خیر

''پہلا خلق ان میں سے عفو ہے یعنی کسی کے گناہ کو بخش دینا۔ اس میں ایصال خیر یہ ہے کہ جو گناہ کرتا ہے وہ ایک ضرر پہنچاتا ہے اور اس لائق ہوتا ہے کہ اس کو بھی ضرر پہنچایا جائے۔ سزا دلائی جائے۔ قید کرایا جائے۔ جرمانہ کرایا جائے۔ یا آپ ہی اس پر ہاتھ اٹھایا جائے۔ پس اس کو بخش دینا اگر بخش دینا مناسب ہو تو اس کے حق میں ایصال خیر ہے۔ اس میں قرآن شریف کی تعلیم ہے:۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس (آل عمران :135)
وجزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره علی اللّٰه (الشوری :41)

یعنی نیک آدمی وہ ہیں جو غصہ کھانے کے محل پر اپنا غصہ کھا جاتے ہیں اور بخشنے کے محل پر گناہ کو بخشتے ہیں۔ بدی کی جزا اس قدر بدی ہے جو کی گئی ہو لیکن جو شخص گناہ کو بخش دے اور ایسے موقعہ پر بخش دے کہ اس سے کوئی اصلاح صلاح ہوتی ہو کوئی شر پیدا نہ ہوتا ہو۔ یعنی عین عفو کے محل پر ہے۔ نہ غیر محل پر تو اس کا وہ بدلہ پائے گا''۔

''.........پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اندھوں کی طرح گناہ بخشنے کی عادت مت ڈالو۔ بلکہ غور سے دیکھ لیا کرو کہ حقیقی نیکی کس بات میں ہے آیا بخشنے یا سزا دینے میں۔ پس جو امر محل اور موقع کے مناسب ہو وہی کرو۔ افراد انسانی کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ جیسے بعض لوگ کینہ کشی پر بہت حریص ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ دادوں پردادوں کے کینوں کو یاد رکھتے ہیں۔ ایسا ہی بعض لوگ عفو اور درگذر کی عادت کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اور بسا اوقات اس عادت کے افراد سے دیوثی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور ایسے قابل شرم حلم اور عفو اور درگذر ان سے صادر ہوتے ہیں جو سراسر حمیت اور غیرت اور عفت کے برخلاف ہوتے ہیں بلکہ نیک چلنی پر داغ لگاتے ہیں اور ایسے عفو اور درگذر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سب لوگ توبہ توبہ کر اٹھتے ہیں انہیں خرابیوں کے لحاظ سے قرآن کریم میں ہر ایک خلق کے لئے محل اور موقع کی شرط لگا دی ہے اور ایسے خلق کو منظور نہیں رکھا جو بے محل صادر ہو۔

یاد رہے کہ مجرد عفو کو خلق نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک طبعی قوت ہے جو بچوں میں پائی جاتی ہے۔ بچہ کو جس کے ہاتھ سے چوٹ لگ جائے خواہ شرارت سے ہی لگے تھوڑی دیر کے بعد اس قصہ کو بھلا دیتا ہے اور پھر اس کے پاس محبت سے جاتا ہے۔.........پس ایسا عفو کسی طرح خلق میں داخل نہیں ہوگا۔ خلق میں اسی صورت میں داخل ہوگا۔ جب ہم اس کو محل اور موقع پر استعمال کریں گے ورنہ صرف ایک طبعی قوت ہوگی۔ دنیا میں بہت تھوڑے ایسے لوگ ہیں۔ جو طبعی قوت اور خلق میں فرق کر سکتے ہیں۔ ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ حقیقی خلق اور طبعی حالتوں میں یہ فرق ہے کہ خلق ہمیشہ محل اور موقعہ کی پابندی اپنے ساتھ رکھتا ہے اور طبعی قوت بے محل بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ یوں تو چارپایوں میں گائے بھی بے شر ہے۔ اور بکری بھی دل کی غریب ہے مگر ہم ان کو اسی سبب سے ان خلقوں سے متصف نہیں کہہ سکتے کہ ان کو محل اور موقعہ کی عقل نہیں دی گئی۔ خدا کی حکمت اور خدا کی سچی اور کامل کتاب نے ہر ایک خلق کے ساتھ محل اور موقع کی شرط لگا دی ہے''۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد10 صفحہ 351-352)

عفو و درگذر کا حکمت اور موقع و محل پر ہونا

''تمام محققین کا اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ اخلاص کا کامل مرتبہ صرف اس میں منحصر نہیں ہو سکتا کہ ہر جگہ و ہر محل میں عفو اور درگذر کو اختیار کیا جائے۔ اگر انسان کو صرف عفو اور درگذر کا ہی حکم دیا جاتا ہے تو صدہا کام کہ جو غضب اور انتظام پر موقوف ہیں فوت ہو جاتے۔ انسان کی صورت فطرت کہ جس پر قائم ہو جانے سے وہ انسان کہلاتا ہے یہ ہے کہ خدا نے اس کی سرشت میں جیسا کہ عفو اور درگذر کی استعداد رکھی ہے ایسا ہی غضب اور انتقام کی خواہش بھی رکھی ہے اور ان تمام قوتوں پر عقل کو بطور افسر کے مقرر کیا ہے۔ پس انسان اپنی حقیقی انسانیت تک تب پہنچتا ہے کہ جب فطرتی صورت کے موافق یہ دونوں طور کی قوتیں عقل کی تابع ہو کر چلتی رہیں۔ یعنی یہ قوتیں مثل رعایا کے ہوں اور عقل مثل بادشاہ عادل ان کی پرورش اور

فیض رسانی اور رفع تنازعہ اور مشکل کشائی میں مشغول رہے۔ مثلاً ایک وقت غضب نمودار ہوتا ہے اور حقیقت میں اس وقت حلم کے ظاہر ہونے کا موقعہ ہوتا ہے۔ پس ایسے وقت میں عقل اپنی فہمائش سے غضب کو فرو کرتی ہے اور حلم کو حرکت دیتی ہے۔ اور بعض وقت غضب کرنے کا وقت ہوتا ہے اور حلم پیدا ہو جاتا ہے اور ایسے وقت میں عقل غضب کو مشتعل کرتی ہے اور حلم کو درمیان سے اٹھا لیتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ تحقیق عمیق سے ثابت ہوا ہے کہ انسان اس دنیا میں بہت سی مختلف قوتوں کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور اس کا کمال فطرتی یہ ہے کہ ہر ایک قوت کو اپنے اپنے موقعہ پر استعمال میں لاوے۔

غضب کی جگہ پر غضب رحم کی جگہ پر رحم۔ یہ نہیں کہ نرا حلم ہی حلم ہو اور دوسری تمام قوتوں کو معطل اور بیکار چھوڑ دے۔ ہاں منجملہ تمام اندرونی قوتوں کے قوت حلم کو بھی اپنے موقع پر ظاہر کرنا ایک انسان کی خوبی ہے۔ مگر انسان کی فطرت درخت جس کو خدا نے کئی شاخوں پر جو اس کی مختلف قوتیں ہیں منقسم کیا ہے۔ صرف ایک شاخ کے سرسبز ہونے سے کامل نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ وہ ایسی حالت میں کامل کہلائے گا کہ جب ساری شاخیں اس کی سرسبز و شاداب ہوں اور کوئی شاخ حد موزونیت سے کم یا زیادہ نہ ہو۔ یہ بات بہ ہدایت عقل ثابت ہے کہ ہمیشہ اور ہر جگہ یہی خلق، خلق اچھا نہیں ہوسکتا۔ کہ شریر کی شرارت سے در گذر کی جائے۔ بلکہ خود قانون فطرت ہی اس خیال کا ناقص ہونا ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مدبر حقیقی نے انتظام اسی میں رکھا ہے جو کبھی نرمی اور کبھی درشتی کی جائے اور کبھی عفو اور کبھی سزا دی جائے اور اگر صرف نرمی ہی ہو یا صرف درشتی ہی ہو تو پھر نظام عالم کی کل ہی بگڑ جاتی ہے۔''

''.......... ہمیشہ اور ہر محل میں عفو کرنا حقیقی نیکی نہیں ہے بلکہ ایسی تعلیم کو کامل تعلیم سمجھنا ایک غلطی ہے جو ان لوگوں کو لگی ہوئی ہے جن کی نگاہیں انسان کی فطرت کے پورے گہراؤ تک نہیں پہنچتیں اور جن کی نظر ان تمام قوتوں کے دیکھنے سے بند رہتی ہے جو انسان کو اپنے اپنے محل پر استعمال کرنے کے لئے عطا کی گئی ہیں۔ جو شخص لگے تار جا بجا ایک ہی قوت کو استعمال کیا جاتا ہے اور دوسری تمام اخلاقی قوتوں کو بیکار چھوڑ دیتا ہے وہ گویا اس فطرت کو جو خدا نے عطا کی ہے منقلب کرنا چاہتا ہے اور فعل حکیم مطلق کو اپنی کوتہ فہمی سے قابل اعتراض ٹھہراتا ہے۔ کیا یہ کچھ خوبی کی بات ہے کہ ہم ہر ایک وقت بغیر لحاظ موقعہ و مصلحت اپنے گناہ گاروں کے گناہوں سے در گذر کیا کریں۔ اور کبھی اس قسم کی ہمدردی نہ کریں جس میں شریر کی شرارت کا علاج ہو کر آئندہ اس کی طبیعت سدھر جائے۔ ظاہر ہے کہ جیسے بات بات میں سزا دینا اور انتقام لینا مذموم و خلاف اخلاق ہے اس طرح یہ بھی خیر خواہی حقیقی کے برخلاف ہے کہ ہمیشہ یہی اصول ٹھہرایا جاوے کہ جب کبھی کسی سے کوئی مجرمانہ حرکت صادر ہو۔ تو جھٹ پٹ اس کے جرم کو معاف کیا جائے۔ جو شخص ہمیشہ مجرم کو سزا کے بغیر چھوڑ دیتا ہے وہ ایسا ہی نظام عالم کا دشمن ہے جیسے وہ شخص کہ ہمیشہ اور ہر حالت میں انتقام اور کینہ کشی پر مستعد رہتا ہے۔

نادان لوگ ہر محل میں عفو اور درگذر کرنا پسند کرتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ ہمیشہ درگذر کرنے سے نظام عالم میں ابتری پیدا ہوتی ہے اور یہ فعل خود مجرم کے حق میں بھی مضر ہے کیونکہ اس سے اس کی بدی کی عادت پکتی جاتی ہے اور شرارت کا ملکہ راسخ ہوتا جاتا ہے..........''

''قرآن شریف کو خدا نے نازل کیا اور ایسی جامع شریعت عطا فرمائی۔ جس میں نہ توریت کی طرح خواہ نخواہ ہر جگہ اور ہر محل میں دانت کے عوض دانت نکالنا ضروری لکھا اور نہ انجیل کی طرح یہ حکم دیا کہ ہمیشہ اور ہر حالت میں دست دراز لوگوں کے طمانچے کھانے چاہئے۔ بلکہ وہ کامل کلام عارضی خیالات سے ہٹا کر حقیقی نیکی کی طرف ترغیب دیتا ہے اور جس بات میں واقعی طور پر بھلائی پیدا ہو خواہ وہ بات درشت ہو خواہ نرم۔ اسی کے کرنے کے لئے تاکید فرماتا ہے۔ جیسا فرمایا ہے کہ **وجزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره علی الله** (الجزء نمبر 25)۔ یعنی بدی کی پاداش میں اصول انصاف تو یہی ہے کہ بدکن آدمی اسی قدر بدی کا سزا وار ہے جس قدر اس نے بدی کی ہے۔ پر جو شخص عفو کر کے کوئی اصلاح کا کام بجا لائے یعنی ایسا عفو نہ ہو۔ جس کا نتیجہ کوئی خرابی ہو سو اس کا اجر خدا پر ہے۔''

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 409 تا 434)

عفو میں اصلاح کا پہلو

''..........کوئی قوت اور طاقت جو انسان کو دی گئی ہے فی نفسہ وہ بری نہیں ہے بلکہ اس کی افراط یا تفریط اور برا استعمال اسے اخلاق ذمیمہ کی ذیل میں داخل کرتا ہے اور اس کا برمحل اور اعتدال پر استعمال ہی اخلاق ہے..........قرآن اب اسی اصول کو مدنظر رکھ کر..........کہتا ہے۔ **جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا و اصلح** (الشوریٰ:41)۔ یعنی بدی کی سزا تو اسی قدر بدی ہے لیکن جس نے عفو کیا اور اس عفو میں اصلاح بھی ہو۔ عفو کو تو ضرور رکھا ہے مگر یہ نہیں کہ اس عفو سے شریر اپنی شرارت میں بڑھے یا تمدن اور سیاست کے اصولوں اور انتظام میں کوئی خلل واقع ہو۔ بلکہ ایسے موقع پر سزا ضروری ہے۔ عفو اصلاح ہی کی صورت میں روا رکھا گیا ہے..........''

(ملفوظات نیاایڈیشن: جلد دوم: صفحہ 87)

"...........قرآن شریف کا یہ حکم ہے کہ موقع دیکھو اگر نرمی کی ضرورت ہے خاک سے مل جاؤ۔ اگر سختی کی ضرورت ہے سختی کرو۔ جہاں عفو سے صلاحیت پیدا ہوتی ہو وہاں عفو سے کام لو۔ نیک اور باحیا خدمتگار اگر قصور کرے تو بخش دو مگر بعض ایسے خیر طبع ہوتے ہیں کہ ایک دن بخشو تو دوسرے دن دگنا بگاڑ کرتے ہیں وہاں سزا ضروری ہے"۔

(ملفوظات جلد اول: صفحہ 522)

عفو کا مقام و محل

"عفو ہی ایک اخلاقی قوت ہے اس کے لئے دیکھنا ضروری ہے کہ آیا عفو کے لائق ہے یا نہیں۔ مجرم دو قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض تو اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان سے کوئی حرکت ایسی سرزد ہو جاتی ہے جو غصہ تو دلاتی ہے لیکن وہ معافی کے قابل ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کی کسی شرارت پر چشم پوشی کی جاوے اور ان کو معاف کر دیا جاوے تو وہ زیادہ دلیر ہو کر مزید نقصان کا باعث بنتے ہیں۔ مثلاً ایک خدمتگار ہے جو بڑا نیک اور فرماں بردار ہے وہ چائے لائے اتفاق سے اس کو ٹھوکر لگی اور چائے کی پیالی گر کر ٹوٹ گئی اور چائے بھی مالک پر گر گئی۔ اگر وہ اس کو مارنے کے لئے اٹھ کھڑا اور تیز اور تند ہو کر اس پر جا پڑے تو یہ سفاہت ہوگی۔ یہ عفو کا مقام ہے کیونکہ اس نے عمداً شرارت نہیں کی ہے اور عفو اس کو زیادہ شرمندہ کرتا اور آئندہ کے لئے محتاط بناتا ہے لیکن اگر کوئی شریر ہے کہ وہ ہر روز توڑتا ہے اور یوں نقصان پہنچاتا ہے تو اس پر رحم یہی ہوگا کہ اس کو سزا دی جائے"۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 290)

"جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره علی الله (الشوریٰ: 41)

یعنی بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے۔ لیکن اگر کوئی عفو کرے مگر وہ عفو بے محل نہ ہو۔ بلکہ اس عفو سے اصلاح مقصود ہو تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے مثلاً اگر چور کو چھوڑ دیا جائے تو وہ دلیر ہو کر ڈاکہ زنی کرے گا۔ اس کو سزا ہی دینی چاہئے۔ لیکن اگر دو نوکر ہوں اور ایک ان میں سے ایسا ہو کہ ذرا سی چشم نمائی ہی اس کو شرمندہ کر دیتی اور اس کی اصلاح کا موجب ہوتی ہو تو اس کو سخت سزا دینا مناسب نہیں۔ مگر دوسرا عمداً شرارت کرتا ہے اس کو عفو کریں تو بگڑتا ہے تو اس کو سزا ہی دی جاوے............ یہ تعلیم کہ عفو سے اصلاح مدنظر ہو ایسی تعلیم ہے جس کی نظیر نہیں اور اس پر آخر متمدن انسان کو چلنا پڑتا ہے اور یہی تعلیم ہے جس پر عمل کرنے سے انسان میں قوت اجتہاد اور تدبر اور فراست بڑھتی ہے گویا یوں کہا گیا ہے کہ ہر طرح کی شہادت سے دیکھو اور فراست سے غور کرو۔ اگر عفو سے فائدہ ہو تو معاف کرو لیکن اگر خبیث اور شریر ہے تو پھر جزاء سیئة سیئة مثلها پر عمل کرو"

(ملفوظات جلد اول: صفحہ 331-332)

"بدی کی سزا تو اس قدر بدی ہے مگر عفو بھی کرو تو ایسا عفو کہ اس کے نتیجہ میں اصلاح ہو۔ وہ عفو بے محل نہ ہو گا مثلاً ایک فرمانبردار خادم ہے اور کبھی کوئی خیانت اور غفلت اپنے فرض کے ادا کرنے میں نہیں کرتا مگر ایک دن اتفاقاً اس کے ہاتھ سے گرم چائے کی پیالی گر جاوے اور نہ صرف پیالی ہی ٹوٹ جاوے بلکہ کسی قدر گرم چائے سر پر بھی پڑ جاوے تو اس وقت یہ ضروری نہیں کہ آقا اس کو سزا دے بلکہ اس کے حسب حال سزا یہی ہے کہ اس کو معاف کر دیا جاوے ایسے وقت پر موقع شناس آقا تو خود شرمندہ ہو جاتا ہے کہ اس بے چارے نوکر کو شرمندہ ہونا پڑے گا۔ لیکن کوئی شریر نوکر اس قسم کا ہے کہ وہ ہر روز نقصان کرتا ہے اگر اس کو عفو کر دیا جائے تو وہ اور بھی بگڑے گا اس کو تنبیہ ضروری ہے............"

(ملفوظات جلد دوم: صفحہ 179 نیا ایڈیشن)

عفو اور احسان

"کہتے ہیں کہ امام حسنؓ کے پاس ایک نوکر............ پیالی لایا۔ جب قریب آیا تو غفلت سے وہ پیالی آپ کے سر پر گر پڑی۔ آپ نے تکلیف محسوس کر کے ذرا تیز نظر سے غلام کی طرف دیکھا۔ غلام نے آہستہ سے پڑھا والکاظمین الغیظ (آل عمران: 135) یہ سن کر امام حسنؓ نے فرمایا کظمت غلام نے پھر کہا والعافین عن الناس، کظم میں انسان غصہ دبا لیتا ہے اور اظہار نہیں کرتا۔ مگر اندر سے پوری رضامندی نہیں ہوتی۔ اس لئے عفو کی شرط لگا دی ہے کہ آپ نے کہا کہ میں نے عفو کیا۔ پھر پڑھا واللّٰہ یحب المحسنین محبوب الٰہی وہی ہوتے ہیں جو کظم اور عفو کے بعد نیکی بھی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جا آزاد بھی کیا۔ راستبازوں کے نمونے ایسے ہیں کہ............ پیالی گرا کر آزاد ہوا۔ اب بتاؤ کہ یہ نمونہ اصول کی عمدگی میں سے پیدا ہوا ہے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 115)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو کا نمونہ

"مکہ میں جن لوگوں نے دکھ دیئے تھے جب آپ نے مکہ فتح کیا تو آپ چاہتے تو سب کو ذبح کر دیتے مگر آپ نے رحم کیا اور لاتثریب علیکم الیوم کہہ دیا۔ آپ کا بخشنا تھا کہ سب مسلمان ہو گئے۔ اب اس قسم کے عظیم الشان اخلاق فاضلہ کیا کسی نبی میں پائے جاتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ وہ لوگ جنہوں

نے آپ کی ذات خاص اور عزیزوں اور صحابہ کو سخت تکلیفیں دی تھیں اور نا قابل عفو ایذائیں پہنچائی تھیں۔آپ نے سزا دینے کی قوت اور اقتدار کو پاکر فی الفور ان کو بخش دیا حالانکہ اگر ان کو سزا دی جاتی تو یہ بالکل انصاف اور عدل تھا۔مگر آپ نے اس وقت اپنے عفو و اکرام کا نمونہ دکھایا یہ وہ امور تھے کہ علاوہ معجزات کے صحابہؓ پر موثر ہوئے تھے اس لئے آپ اسم بامسمی محمد ہو گئے تھے۔صلی اللہ علیہ وسلم"۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 61`62)

حضرت اقدس بانی سلسلہ علیہ السلام کی اپنی جماعت کو ہدایت

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنی جماعت کو ہدایت فرمائی کہ موقع و محل کے مطابق اخلاق فاضلہ ظاہر کئے جائیں۔آپ فرماتے ہیں۔

"تم محل اور موقع کو دیکھ کر ہر ایک نیکی کرو کیونکہ وہ نیکی بدی ہے جو محل اور موقعہ کے برخلاف ہے۔جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ مینہ کس قدر عمدہ اور ضروری چیز ہے لیکن اگر وہ بے موقعہ ہو تو وہی تباہی کا موجب ہو جاتا ہے تم دیکھتے ہو کہ ایک ہی سرد غذا یا گرم غذا کی مداومت سے تمہاری صحت قائم نہیں رہ سکتی۔بلکہ صحت تبھی قائم رہے گی کہ جب موقعہ اور محل کے موافق تمہارے کھانے اور پینے کی چیزوں میں تبدیلی ہوتے رہے گی۔پس درشتی اور نرمی اور عفو اور انتقام اور دعا اور بددعا اور دوسرے اخلاق میں جو تمہارے لئے مصلحت وقت ہے وہ بھی اسی تبدیلی کو چاہتی ہے۔اعلیٰ درجہ کے حلیم اور خلیق بنو لیکن نہ بے محل اور بے موقعہ.........."

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 44-45)

باقی صفحہ نمبر 13 پر

جری اللہ فی حلل الانبیاء

اے مسیحا، اے پیارے مہدیٔ آخر زماں
اے خدا کے شیرِ نر اے دین حق کے پہلواں
تیرے دم سے گلشنِ احمد پہ رہتی ہے بہار
امتِ مرحوم کا بس اک تو ہی ہے پاسباں
تو کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہے
تو نے پائیں بدھ، کشن اور رام کی سب خوبیاں
تو ہے وہ عالی مقام آیا ہے یثرب سے جسے
نامۂ شفقت، سلامِ وجہِ تخلیقِ جہاں ﷺ
تیرے آنے سے قبل تھا کفر دیں کو کھا رہا
ملتِ بیضا تھی مثلِ مرغِ بسمل نیم جاں
ہر طرف تثلیث کا چرچا تھا زور و شور سے
دینِ حق کے ماننے والے تھے گویا بے زباں
یوں گماں ہوتا تھا اب مٹ جائے گا اسلام بس
کوئی بھی دہرائے گا نہ پھر کبھی یہ داستاں
غیرتِ حق نے اتارا تجھ کو پھر میدان میں
خرمنِ اعدائے دیں پر تو نے گرائی بجلیاں
تیری خاطر اے مسیحا مہر و مہ گہنا گئے
تیرا سوزِ دل جو دیکھا رو پڑا یہ آسماں
تیری نصرت کیلئے اترے ملائک عرش سے
تیرے اعداء کی ہوئی ذلت زمانے پر عیاں
تیرے دم سے مر رہے ہیں کافر و خنزیر سب
اور صلیبی دین کو ملتی نہیں جائے اماں
جن کا دعویٰ تھا مٹا ڈالیں گے وہ اسلام کو
خود انہیں اپنی صلیبوں کے نہیں ملتے نشاں
تیری مسیحائی سے پائی دینِ حق نے زندگی
تیری برکت سے ہی چاروں سمت پھر گونجی اذاں
اسطرح کچھ جلوہ گر ہے نورِ دیں آفاق پر
جیسے ہووے ظلمتِ شب میں کوئی برقِ تپاں
ہائے وہ اندھے جنہیں پھر بھی نظر آتا نہیں
نورِ حق یہ شمسِ دیں یہ ماہِ روشن ضوفشاں
تیری ہی مرہون ہے یہ میری روح کی زندگی
تیری خاکِ پا میں ہم نے پائے ہیں دونوں جہاں
بس ترے نفسِ مسیحائی کا ہے اعجاز کہ
"ہے رضائے ذاتِ باری اب رضائے قادیاں"

ڈاکٹر مہدی علی چوہدری

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت قرآن

(مکرم محمد ظفر اللہ ہنجرا صاحب مبلغ امریکہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ قرآنی علوم اور ان کی برتری کو دیگر ادیان کی کتب کے مقابل پر ثابت کرے اور قرآنی تعلیمات کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج کرے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے پہلے قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ اور ایسی تفسیریں جنہوں نے مستشرقین کو یہ مواقع بہم پہنچائے کہ وہ قرآن مجید اور اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کر سکیں۔ جہاں عیسائیت کو بڑی تیزی سے ہندوستان میں پھیلایا جا رہا تھا۔ اور وہ وقت ایسا تھا مسلمانوں میں کوئی بھی مرد میدان بن کر ان کا سامنا نہیں کر سکتا تھا کیونکہ انہی کے تراجم اور تفسیریں علماء کے منہ کو بند کرنے کے لئے پادریوں کے لئے ہتھیار کا کام دے رہی تھی۔ اس وقت اگر ان کے مقابل پر کوئی وجود سامنے آیا ہے تو وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا وجود تھا۔ جس کا اعتراف اس زمانے کے مخالفین نے بھی کیا ہے۔

چنانچہ مولوی نور محمد نقشبندی نے مولانا اشرف علی تھانوی کے ترجمہ قران کے دیباچہ میں یہ لکھا اور آج بھی وہ موجود ہے کہ اس وقت پادریوں کے مقابل پر مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہوئے اور ان کو بھگانے پر کامیاب ہوئے۔

اسلامی اصول کی فلاسفی جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھی اور آپ نے فرمایا کہ میں نے ہر ہر سطر پر دعا کی ہے اور میرے خدا نے مجھے بتایا ہے (مضمون بالا رہا) کہ یہ سب مضمونوں پر غالب رہے گا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قرآن سے ان سوالوں کا جواب اور ایک دن کا بڑھائے جانا وہ خدائی تائید و نصرت تھی جو قرآنی علوم کی ترویج کے لئے پس پردہ کام کر رہی تھی۔ اور ان کی زبانوں سے کہلوایا مضمون بالا رہا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم کلام اور قرآنی آیات سے آپ کا استدلال اور آپ کی تفسیر جو کہ آپ کی کتب میں ہزارہا صفحات پر پھیلی پڑی ہیں آپ کی اس محبت قرآن کی ایسی دلیل ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔

خود آپ کا منظوم کلام بھی اس محبت قرآن کا تذکرہ متعدد بار کرتا ہے۔

جمال و حسن قرآن نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

اس محبت کا تعلق تو آپ کے بچپن کے زمانے سے ہے۔ چنانچہ آپ کے والد صاحب کو اس بات کا بہت فکر تھا کہ یہ ہر وقت مسجد میں پڑے رہتے ہیں اور مطالعہ قرآن میں مصروف اور دنیوی کاموں سے بے پرواہی مزید فکر مند کر دیا کرتی تھی کہ ان کا گزراوقات کس طرح ہوگا۔

آپ کے بڑے بیٹے حضرت مرزا سلطان احمد کا بیان ہے کہ

آپ کے پاس ایک قرآن مجید تھا اس کو پڑھتے اور اس پر نشان کرتے رہتے تھے۔

وہ کہتے ہیں میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہو۔ (حیات احمد صفحہ ۱۳۵)

مرزا اسماعیل بیگ صاحب نو دس سال کی عمر کے بچے تھے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں آئے وہ بیان کرتے ہیں کہ:-

ان ایام میں حضرت صاحب کوئی مسودہ لکھا کرتے تھے اور قرآن مجید پر نشان کرتے رہتے تھے کبھی کبھی بڑے مرزا صاحب (مرزا غلام مرتضیٰ) مجھے بلا لیتے اور دریافت کرتے کہ سنا تیرا مرزا کیا کرتا ہے؟ میں کہتا کہ قرآن دیکھتے ہیں اس پر وہ کہتے کہ کبھی سانس بھی لیتا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت سے فارغ بھی ہوتا ہے۔

(حیات احمد ۳۴۳، ۳۴۴)

جب آپ 1864ء سے 1868ء تک ملازمت کے سلسلہ میں سیالکوٹ رہ رہے تھے ان دنوں کے متعلق مولوی سید میر حسن صاحب روایت کرتے ہیں حضرت مرزا صاحب پہلے محلہ کشمیریاں میں جو اس عاصی پُر معاصی کے غریب خانہ کے بہت قریب ہے عمرا نامی کشمیری کے مکان پر رہا کرتے تھے کچہری

سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے بیٹھ کر کھڑے ہو کر ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار زار رویا کرتے تھے ایسی خشوع خضوع سے تلاوت کرتے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔

(سیرۃ المہدی ج ا صفحہ ۲۷۰)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی زندگی کے بارہ میں تحریر کرتے ہیں۔ آج سے ساٹھ سال پیشتر (تقریباً 1864ء میں۔ ناقل) عام طور پر شرفاء کے لڑکے بعض بڑی بڑی ریاستوں میں اپنے ٹھاٹھ کے ساتھ چلے جاتے اور وہاں بڑے بڑے عہدے حاصل کر لیتے جناب مرزا غلام مرتضیٰ مرحوم (والد حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام۔ ناقل) ریاست کشمیر میں ایک معزز عہدہ پر رہ چکے تھے اس لئے ان کے ایک برادرزادہ کی تحریک پر مرزا صاحب اور سید محمد علی شاہ صاحب تلاش روزگار کے خیال سے قادیان سے چلے گئے۔ آخر جموں پہنچے۔ وہاں آپ کا کام بجز قرآن شریف کی تلاوت اور نماز کی پابندی کے اور کچھ نہ تھا وہاں ان امور میں منہمک رہتے۔

(حیات احمد صفحہ ۷۶)

جب حضرت مصلح موعود نے قرآن مجید ناظرہ ختم کیا تو آپ بہت خوش تھے۔ ایک آمین کی تقریب منعقد کی گئی اور اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دعائیہ نظم لکھی جو کہ محمود کی آمین کے نام سے مشہور ہے۔ یہ آمین نہایت درجہ سوز و درد میں ڈوبی ہوئی دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ اس موقع پر ایک دعوت کا انتظام کیا گیا جس میں اردگرد کے دیہات کے لوگوں کو بھی بلایا گیا۔

(اور اپنی مبشر اولاد بالخصوص سیدنا محمودؓ کے متعلق حضور کے دلی جذبات کی آئینہ دار ہے۔ اور حضرت اقدس کے سینہ میں عشق قرآن کا جو بے پناہ جذبہ موجزن تھا وہ لفظ لفظ سے ٹپک رہا ہے۔)

یہ آپ کا وہ عشق اور محبت قرآن تھی خدا نے خود قرآنی علوم آپ کو عطا کئے اور اس کے لئے آپ نے مخالفین کو مقابل پر بلایا کہ کوئی ہے جو میرے مقابل پر قرآن کی تفسیر لکھ سکے۔

آپ خود اپنی کتاب کشف الغطاء صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں:

مجھے خدا نے قرآن کا علم دیا ہے اور زبان عرب کے محاورات کے سمجھنے کے لئے وہ فہم عطا کیا ہے کہ میں بلا فخر کہتا ہوں کہ اس ملک میں کسی دوسرے کو یہ فہم عطا نہیں ہوا۔

آئینہ کمالات اسلام میں فرماتے ہیں۔ ترجمہ از عربی

"الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ اس نے مجھے قرآن کریم کے انوار سے وافر حصہ دیا ہے اور اس کے موتیوں سے میرے فقر کو دور کر دیا ہے اس نے مجھے اس کے پھلوں سے سیر کر دیا ہے مجھے ظاہری اور باطنی نعماء سے نوازا ہے اور مجھے اپنی طرف جذب کر لیا ہے۔ میں جوان تھا اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری حالت یہ رہی ہے کہ جب بھی میں نے کسی دروازہ کو کھولنا چاہا وہ میں نے کھول لیا اور مجھے کسی نعمت کی ضرورت محسوس ہوئی وہ مجھے عطا کی گئی اور جب بھی مین نے کسی امر سے پردہ ہٹانا چاہا تو میں نے ہٹالیا اور جب بھی میں نے تضرع سے دعا کی وہ قبول ہوئی اور یہ سب کچھ میری اس محبت کی وجہ سے ہے جو مجھے قرآن کریم اور اپنے آقا اور امام سید المرسلین ﷺ سے ہے۔"

(ترجمہ از عربی عبارت: آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۴۷-۵۴۶)

بقیہ صفحہ 39

میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری
ہم تیرے در پہ آئے لے کر امید بھاری
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے پر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اس کے ہیں دو برادر ان کو بھی رکھیو خوشتر
تیرا بشیر احمد تیرا شریف اصغر
کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ انکو گندے
کر ان سے دور یارب دنیا کے سارے پھندے
چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے
کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے
یہ فضل کر کہ ہو دیں نیکو گہر یہ سارے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے میرے دل کے جانی اے شاہ دو جہانی
کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہووے ثانی
دے بخت جاودانی اور فیض آسمانی
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

تئیس مارچ کا دن اور اس کا پس منظر

جماعت احمدیہ کی تاریخ میں 23 مارچ کا دن ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یہ وہ دن ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بحکم الٰہی بیعت لی۔ جس کے متعلق برسوں سے احباب کا اصرار تھا کہ حضور بیعت لیں مگر آپ فرماتے تھے کہ مجھے اس کا حکم نہیں ہے۔

چنانچہ جب حکم الٰہی ہوا تو آپ لدھیانہ تشریف لے گئے اور صوفی احمد جان کے مکان پر اس پہلی بیعت کا آغاز کیا۔

وہ کیا زمانہ تھا اور کیا وہ عظیم لوگ تھے جنہوں نے ایک ایک کر کے بیعت کی اور اس دن سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کا آغاز ہوا۔

پس اس آغاز کو دیکھیں اور آج اس نام کو دنیا کے کناروں تک بلند ہوتا دیکھیں تو دل حمد الٰہی سے لبریز ہوتا ہے۔

اس لئے اس کی یاد مناتے ہیں تا کہ ہماری تاریخ ہمیشہ ہماری نظروں کے سامنے رہے اور ہماری اولادوں کو بھی اس سے باخبر رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔

پس تاریخ احمدیت سے اس کی تفصیل اور پس منظر پیش خدمت ہے۔(ادارہ)

ماموریت کا آٹھواں سال

اشتہار ''تکمیل تبلیغ'' اور لدھیانہ میں بیعت اولیٰ (۱۸۸۹ء)

بیعت کے لئے حکم الٰہی

اگرچہ مخلصین کے قلوب میں برسوں سے یہ تحریک جاری تھی کہ حضرت اقدس بیعت لیں۔مگر حضرت اقدس ہمیشہ یہی جواب دیتے تھے کہ ''لست بمامور'' (یعنی میں مامور نہیں ہوں) چنانچہ ایک دفعہ آپ نے میر عباس علی صاحب کی معرفت مولوی عبدالقادر صاحبؓ کو صاف صاف لکھا کہ ''اس عاجز کی فطرت پر توحید اور تفویض الی اللہ غالب ہے اور .... چونکہ بیعت کے بارے میں اب تک خداوند کریم کی طرف سے کچھ علم نہیں۔ اس لئے تکلف کی راہ میں قدم رکھنا جائز نہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ مولوی صاحب اخوت دین کے بڑھانے میں کوشش کریں۔ اور اخلاص اور محبت کے چشمہ صافی سے اس پودا کی پرورش میں مصروف رہیں تو یہی طریق انشاء اللہ بہت مفید ہوگا۔''1

آخر چھ سات برس بعد ۱۸۸۸ء کی پہلی سہ ماہی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بیعت لینے کا ارشاد ہوا۔ یہ ربانی حکم جن الفاظ میں پہنچا وہ یہ تھے۔ ''اذا عزمت فتوکل علی اللہ واصنع الفلک باعیننا ووحینا۔ الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ یداللہ فوق ایدیھم۔'' یعنی جب تو عزم کر لے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر اور ہمارے سامنے اور ہماری وحی کے تحت (نظام جماعت کی) کشتی تیار کر۔ جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہوگا۔

بیعت کا اعلان

حضرت اقدس کی طبیعت اس بات سے کراہت کرتی تھی کہ ہر قسم کے رطب و یابس لوگ اس سلسلہ بیعت میں داخل ہو جائیں۔ اور دل یہ چاہتا تھا کہ اس مبارک سلسلہ میں وہی مبارک لوگ داخل ہوں جن کی فطرت میں وفاداری کا مادہ ہے اور کچے نہیں ہیں۔ اس لئے آپ کو ایک ایسی تقریب کا انتظار رہا کہ جو مخلصوں اور منافقوں میں امتیاز کر دکھلائے۔ سو اللہ جل شانہ نے اپنی کمال حکمت و رحمت سے وہ تقریب اسی سال نومبر ۱۸۸۸ء میں بشیر اول کی وفات سے پیدا کر دی۔ ملک میں آپ کے خلاف ایک شور مخالفت برپا ہوا اور خام خیال بدظن ہو کر الگ ہو گئے۔ لہٰذا آپ کی نگاہ میں یہی موقعہ اس بابرکت سلسلے کی ابتداء کے لئے موزوں قرار پایا۔ اور آپ نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ سے بیعت کا اعلان عام فرما دیا۔

اشتہار ''تکمیل تبلیغ و گزارش ضروری''

اس اعلان کے ساتھ جو بیعت سے متعلق پہلا اعلان تھا حضور نے بیعت کے لئے معین رنگ میں کوئی خاص شرائط نہیں تحریر کئے تھے۔ مگر ادھر حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء کو دس گیارہ بجے شب (بیت الذکر نمبر 1 کے زیر سقف کمرہ سے متصل مشرقی کمرہ میں) پیدا ہوئے۔ ادھر آپ نے ''تکمیل تبلیغ'' کا اشتہار تحریر فرمایا۔ اور اس میں بیعت کی وہ دس شرطیں تجویز فرمائیں جو جماعت میں داخلہ کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس طرح جماعت احمدیہ اور

پسر موعودؑ کی پیدائش توام ہوئی

یہ دس شرائط بیعت حضرت اقدس کے الفاظ میں یہ ہیں:

''اول:- بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہوجائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم:- یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم:- یہ کہ بلا ناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریمؐ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرنے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روز ورد بنالے گا۔

چہارم:- یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم:- یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا۔ بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم:- یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا۔ اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستورالعمل قرار دے گا۔

ہفتم:- یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا۔ اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم:- یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم:- یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم:- یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔''

حضرت اقدس نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ استخارہ مسنونہ کے بعد بیعت کے لئے حاضر ہوں۔

لدھیانہ میں ورود

اس اشتہار کے بعد حضرت اقدس قادیان سے لدھیانہ تشریف لے گئے اور حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے مکان واقع محلہ جدید میں فروکش ہوئے۔ یہاں سے آپ نے ۴۔ مارچ ۱۸۸۹ء کو ایک اور اشتہار میں بیعت کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا۔'' یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے۔ تا ایسا متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ ببرکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نا اتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں۔ اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ بھی غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہوجائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہوکر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے .... خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خاص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا۔ اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ اور وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشینگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزار ہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آب پاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا۔ یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہوجائے گی۔ اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے

بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر یک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی اس رب جلیل نے یہی چاہا ہے وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر یک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔"

بیعت کے لئے لدھیانہ پہنچنے کا ارشاد

اسی اشتہار میں آپ نے ہدایت فرمائی کہ بیعت کرنے والے اصحاب ۲۰۔مارچ کے بعد لدھیانہ پہنچ جائیں۔

ہوشیار پور میں شیخ مہر علی صاحب کی ایک تقریب میں شمولیت

انہی دنوں شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کے لڑکے کی شادی کی تقریب تھی جس میں شمولیت کے لئے انہوں نے درخواست کر رکھی تھی۔ اس لئے بیعت لینے سے قبل حضرت اقدس کو ایک مرتبہ ہوشیار پور بھی جانا پڑا۔ اس سفر میں منشی عبداللہ صاحب سنوریؓ۔ میر عباس علی صاحب لدھیانوی اور حافظ حامد علی صاحبؓ آپ کے قدیم خادم آپ کے ساتھ تھے۔ شیخ مہر علی صاحب نے یہ انتظام کیا تھا کہ دعوت میں کھانے کے وقت رؤساء کے واسطے الگ کمرہ تھا اور ان کے ساتھیوں اور خدام کے لئے الگ۔ مگر حضرت اقدس کا قاعدہ یہ تھا کہ اپنے خدام کو کمرے میں پہلے داخل کرتے پھر خود داخل ہوتے تھے۔ اور ان کو اپنے دائیں بائیں بٹھاتے تھے۔ ان دنوں وہاں مولوی محمود شاہ صاحب چھچھ ہزاروی کا وعظ ہونے والا تھا حضرت اقدس نے منشی عبداللہ صاحب سنوریؓ کے ہاتھ بیعت کا اشتہار دے کر انہیں کہلا بھیجا کہ آپ اپنے لیکچر کے وقت کسی مناسب موقع پر میرا اشتہار بیعت پڑھ کر سنا دیں۔ اور میں خود بھی آپ کے لیکچر میں آؤں گا۔ انہوں نے وعدہ کر لیا۔ چنانچہ حضرت اقدس اس کے وعظ میں تشریف لے گئے۔ لیکن اس نے وعدہ خلافی کی اور حضور کا اشتہار نہ سنایا بلکہ جس وقت لوگ منتشر ہونے لگے اس وقت سنایا مگر اکثر لوگ منتشر ہو گئے تھے۔ حضرت اقدسؑ کو اس پر بہت رنج ہوا۔ فرمایا ہم اس کے وعدہ کے خیال سے ہی اس کے لیکچر میں آئے تھے کہ ہماری تبلیغ ہوگی۔ ورنہ ہمیں کیا ضرورت تھی۔ اس نے وعدہ خلافی کی ہے۔ خدا کے بندوں کی خفگی رنگ لائے بغیر نہیں رہتی۔ چنانچہ یہ مولوی تھوڑے عرصہ کے اندر ہی چوری کے الزام کے نیچے آکر سخت ذلیل ہوا۔

۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو محلہ جدید میں بیعت اولیٰ کا آغاز

حضرت اقدس کے اشتہار پر جموں، خوست بھیرہ، سیالکوٹ، گورداسپور، گوجرانوالہ، جالندھر پٹیالہ، مالیر کوٹلہ، انبالہ، کپورتھلہ، اور میرٹھ وغیرہ اضلاع سے متعدد مخلصین لدھیانہ پہنچ گئے۔ بیعت اولیٰ کا آغاز لدھیانہ میں حضرت منشی عبداللہ سنوریؓ کی روایات کے مطابق ۲۰ رجب ۱۳۰۶ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو حضرت صوفی احمد جانؓ کے مکان واقع محلہ جدید میں ہوا۔ وہیں بیعت کے تاریخی ریکارڈ کے لئے ایک رجسٹر تیار ہوا۔ جس کی پیشانی پر یہ لکھا گیا "بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ و طہارت۔" رجسٹر میں ایک نقشہ تھا جس میں نام ولدیت اور سکونت درج کی جاتی تھی۔

حضرت اقدسؑ بیعت لینے کے لئے مکان کی ایک کچی کوٹھڑی میں (جو بعد کو دارالبیعت کے مقدس نام سے موسوم ہوئی) بیٹھ گئے اور دروازے پر حافظ حامد علی صاحبؓ کو مقرر کر دیا اور انہیں ہدایت دی کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے کمرہ میں بلاتے جاؤ۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ حضرت اقدس نے مولانا کا ہاتھ کلائی پر سے زور کے ساتھ پکڑا اور بڑی لمبی بیعت لی۔ ان دنوں بیعت کے الفاظ یہ تھے۔

"آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور میری سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا۔ اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذات پر مقدم رکھوں گا اور ۱۲۔ جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا۔ اور اب بھی اپنے گذشتہ گناہوں کی خداتعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں استغفر اللہ ربی. استغفر اللہ ربی. استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ. رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔

حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کے بعد میر عباس علی صاحب۔ شیخ محمد حسین صاحب خوشنویس مراد آبادی نیز چوتھے نمبر پر مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ اور پانچویں نمبر پر مولوی عبداللہ صاحب ساکن تنگی علاقہ چارسدہ (صوبہ سرحد) نے بیعت

کی۔ان کے بعد غالباً منشی اللہ بخش صاحب لدھیانہ کا نام لے کر بلایا اور پھر شیخ حامد علی صاحب سے کہہ دیا کہ خود ہی ایک ایک آدمی کو بھیجتے جاؤ۔ اس کے بعد آٹھویں نمبر پر قاضی خواجہ علی صاحبؓ نویں نمبر پر میر عنایت علی صاحبؓ اور دویں نمبر پر چوہدری رستم علی صاحبؓ اور پھر (معاً بعد یا کچھ وقفے کے ساتھ) منشی اروڑا خاں صاحبؓ نے بیعت کی۔ ستائیویں نمبر پر رحیم بخش صاحب سنوری کی بیعت ہوئی۔ اس طرح پہلے دن باری باری چالیس افراد نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کا بیان ہے کہ

''سبز کاغذ پر جب اشتہار حضور نے جاری کیا۔ تو میرے پاس بھی چھ سات اشتہار حضور نے بھیجے۔ منشی اروڑا صاحبؓ فوراً لدھیانہ کو روانہ ہو گئے دوسرے دن محمد خاں صاحب اور میں گئے اور بیعت کر لی۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب تیسرے دن پہنچے کیونکہ انہوں نے استخارہ کیا۔ اور آواز آئی ''عبدالرحمٰن آجا''۔ ہم سے پہلے اس دن آٹھ نو کس بیعت کر چکے تھے۔ بیعت حضور اکیلے اکیلے کو بٹھا کر لیتے تھے اشتہار پہنچنے سے دوسرے دن چل کر تیسرے دن صبح ہم نے بیعت کی پہلے منشی اروڑا صاحب نے۔ پھر میں نے۔ میں جب بیعت کرنے لگا تو حضور نے فرمایا۔ کہ آپ کے رفیق کہاں ہیں؟ میں نے عرض کی۔ منشی اروڑا صاحب نے تو بیعت کر لی ہے اور محمد خاں صاحب نہا رہے ہیں کہ نہا کر بیعت کریں۔ چنانچہ محمد خاں صاحب نے بیعت کر لی۔ اس کے ایک دن بعد منشی عبدالرحمٰن صاحبؓ نے بیعت کی۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب۔ منشی اروڑا صاحب اور محمد خاںؓ صاحب تو بیعت کر کے واپس آ گئے کیونکہ یہ تینوں ملازم تھے میں پندرہ بیس روز لدھیانہ ٹھہرا رہا۔ اور بہت سے لوگ بیعت کرتے رہے۔ حضور تنہائی میں بیعت لیتے تھے اور کواڑ بھی قدرے بند ہوتے تھے۔ بیعت کرتے وقت جسم پر ایک لرزہ اور رقت طاری ہو جاتی تھی۔ اور دعا بعد بیعت بہت لمبی فرماتے تھے۔'' پیر سراج الحق صاحبؓ نعمانی۔ شیخ یعقوب علی صاحب تراب اور مولانا عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی اس دن لدھیانہ میں موجود تھے۔ مگر پہلی بیعت میں شامل نہ ہو سکے۔ پیر سراج الحق صاحب کا منشاء قادیان کی مسجد مبارک میں بیعت کرنے کا تھا جسے حضرت اقدس نے منظور فرمالیا۔ اور ۲۳ دسمبر ۱۸۸۹ء کو بیعت لی۔ باقی حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ تراب نے انہی ایام میں بیعت کر لی تھی۔ حضرت اقدسؑ نے مولانا نورالدین صاحب کو بلایا اور ان کے ہاتھ میں مولانا عبدالکریم صاحب کا ہاتھ رکھا اور ان ہر دو کو اپنے ہاتھ میں لیا اور پھر مولانا عبدالکریم صاحب سے بیعت کے الفاظ کہلوائے۔

ان ایام میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نیچری خیالات رکھتے تھے۔ لیکن چونکہ وہ بچپن ہی سے حضرت مولانا نورالدین سے راہ و رسم رکھتے تھے اس لئے انہوں نے محض آپ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد اتنا زبردست تغیر ہوا کہ خود ہی فرمایا کرتے تھے۔ ''میں نے قرآن بھی پڑھا تھا۔ مولانا نورالدینؓ کے طفیل سے حدیث کا شوق بھی ہو گیا تھا۔ گھر میں صوفیوں کی کتابیں بھی پڑھ لیا کرتا تھا۔ مگر ایمان میں وہ روشنی وہ نور معرفت میں ترقی نہ تھی۔ جو اب ہے اس لئے میں اپنے دوستوں کو اپنے تجربے کی بناء پر کہتا ہوں کہ یاد رکھو اس خلیفہ اللہ کے دیکھنے کے بدوں صحابہ کا سازندہ ایمان نہیں مل سکتا۔ اس کے پاس رہنے سے تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ کیسے موقع موقع پر خدا کی وحی سناتا ہے اور وہ پوری ہوتی ہے تو روح میں ایک محبت اور اخلاص کا چشمہ پھوٹ پڑتا ہے۔ جو ایمان کے پودے کی آبپاشی کرتا ہے۔''

عورتوں کی بیعت

مردوں کی بیعت کے بعد حضرت گھر میں آئے تو بعض عورتوں نے بھی بیعت کی۔ سب سے پہلے حضرت مولانا نورالدین صاحب کی اہلیہ محترمہ حضرت صغریٰ بیگم نے بیعت کی۔ حضرت ام المؤمنین ابتداء ہی سے آپ کے سب ہی دعاوی پر ایمان رکھتی تھیں اور شروع ہی سے اپنے آپ کو بیعت میں سمجھتی تھیں اس لئے آپ نے الگ بیعت کی ضرورت نہیں سمجھی۔

بیعت کے بعد اجتماعی کھانا اور نماز

میاں رحیم بخش صاحب سنوریؓ کا بیان ہے کہ

''بیعت کے بعد کھانا تیار ہوا تو حضور نے فرمایا۔ اس مکان میں کھانا کھلاؤ کیونکہ وہ مکان لمبا تھا۔ غرض دسترخوان بچھ گیا اور سب دوستوں کو وہیں کھانا کھلایا گیا کھانے کے وقت ایسا اتفاق ہوا کہ میں حضور کے ساتھ ایک پہلو پر بیٹھا تھا حضور اپنے برتن میں سے کھانا نکال کر میرے برتن میں ڈالتے جاتے تھے۔ اور میں کھانا کھاتا جاتا تھا۔ گاہے حضور بھی کوئی لقمہ نوش فرماتے تھے۔ کھانے کے بعد نماز کی تیاری ہوئی۔ نماز میں بھی ایسا اتفاق پیش آیا کہ میں حضور کے ایک پہلو میں حضور کے ساتھ کھڑا ہوا۔ اب مجھے یاد نہیں رہا کہ اس وقت کون امام تھا۔''

دوسرے ایام میں بیعت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام لدھیانہ میں ۱۸۔ اپریل ۱۸۸۹ء تک مقیم رہے۔ ابتداء محلہ جدید

میں پھر محلہ اقبال گنج میں تاہم بیعت کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ پہلے بیعت اکیلے اکیلے ہوتی رہی پھر خطوط کے ذریعہ سے پھر مجمع عام میں۔

بیعت کے بعد نصائح

حضرت اقدس کا اکثر یہ دستور تھا کہ بیعت کرنے والوں کو نصائح فرماتے تھے۔ چند نصائح بطور نمونہ درج ذیل ہیں:-

''اس جماعت میں داخل ہو کر اول زندگی میں تغیر کرنا چاہئے۔ کہ خدا پر ایمان سچا ہو اور وہ ہر مصیبت میں کام آئے۔ پھر اس کے احکام کو نظر خفت سے نہ دیکھا جائے بلکہ ایک ایک حکم کی تعظیم کی جائے اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جائے۔''

''ہمہ وجوہ اسباب پر سرنگوں ہونا اور اسی پر بھروسہ کرنا اور خدا پر توکل چھوڑ دینا یہ شرک ہے اور گویا خدا کی ہستی سے انکار۔ رعایت اسباب اس حد تک کرنی چاہیئے کہ شرک لازم نہ آئے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہم رعایت اسباب سے منع نہیں کرتے مگر اس پر بھروسہ کرنے سے منع کرتے ہیں۔ دست در کار دل بایار والی بات ہونی چاہئے۔''

''دیکھو تم لوگوں نے جو بیعت کی ہے اور اس وقت اقرار کیا ہے اس کا زبان سے کہہ دینا تو آسان ہے لیکن نبھانا مشکل ہے۔ کیونکہ شیطان اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ انسان کو دین سے لاپروا کر دے دنیا اور اس کے فوائد کو تو وہ آسان دکھاتا ہے اور دین کو بہت دور۔ اس طرح دل سخت ہو جاتا ہے اور پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو جاتا ہے اگر خدا کو راضی کرنا ہے تو اس گناہ سے بچنے کے اقرار کو نبھانے کے لئے ہمت اور کوشش سے تیار رہو۔''

''فتنہ کی کوئی بات نہ کرو۔ شر نہ پھیلاؤ۔ گالی پر صبر کرو۔ کسی کا مقابلہ نہ کرو جو مقابلہ کرے اس سے بھی سلوک اور نیکی کے ساتھ پیش آؤ۔ شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خدا راضی ہو جائے۔ اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کر کے یہ شخص وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ مقدمات میں سچی گواہی دو۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ پورے دل پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جائے۔''

بعض لوگ بیعت کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا کرتے تھے کہ حضور کسی وظیفہ وغیرہ کا ارشاد فرمائیں۔ اس کا جواب اکثر یہ دیا کرتے تھے کہ نماز سنوار کر پڑھا کریں اور نماز میں اپنی زبان میں دعا کیا کریں۔ اور قرآن شریف بہت پڑھا کریں۔ آپ وظائف کے متعلق اکثر فرمایا کرتے تھے کہ استغفار کریں۔ سورہ فاتحہ پڑھا کریں۔ درود شریف لاحول اور سبحان اللہ پر مداومت کریں۔ اور فرماتے تھے کہ بس ہمارے وظائف تو یہی ہیں۔

امریکہ سے احمدی ڈاکٹرز کا
فضل عمر ہسپتال میں عارضی وقف

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت احمدیہ کو بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے ڈاکٹروں کو عارضی وقف کی طرف توجہ دلائی۔

چنانچہ خدا کے فضل سے امریکہ سے ڈاکٹروں نے فضل عمر ہسپتال میں کام کرنے کے لئے پیش کیا ہے۔ اور یہ سلسلہ بہت بڑھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو جنہوں نے اس راہ سے خدمت کی توفیق پائی جزائے خیر دے اور وہ بھی جو خدمت کی تمنا لئے بیٹھے ہیں اور وقت کا انتظار کر رہے ہیں اللہ ان کی مشکلات کو بھی دور کرے اور ان کی تمنائیں بر آئیں اور وہ بھی خدمت انسانیت سے رحمت خداوندی کی جھولیاں بھریں۔

جن ڈاکٹرز نے اس کار خیر میں حصہ لیا ہے ان کے نام بغرض دعا پیش خدمت ہیں:

ڈاکٹر بشیر الدین خلیل احمد صاحب ورجینیا
ڈاکٹر محمد اشرف میلو صاحب میری لینڈ
ڈاکٹر سلیم طاہر صاحب ڈیٹرائٹ
ڈاکٹر امتیاز احمد چودھری صاحب نیوجرسی
ڈاکٹر امین بیگ صاحب بالٹی مور

ہماری گزارش ہے کہ اگر ڈاکٹر صاحبان ہمیں پہلے سے بتا دیں کہ وہ ربوہ کب جا رہے ہیں اور کتنا عرصہ وہ وہاں خدمت کریں گے تو ہم ان کو ضرور شائع کریں گے اور اسی طرح اگر وہ اپنے تجربات اور آنے والوں کے لئے مزید رہنمائی کر دیں تو یہ بھی بہت ثواب کا کام ہوگا۔

بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کا

حیرت انگیز اور بے مثل طریق تبلیغ

(مکرم لئیق احمد طاہر صاحب۔ مبلغ سلسلہ انگلستان)

سورۃ الصف میں خداتعالیٰ نے یہ خبر دی تھی کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ کے دور میں اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے گا۔

فرمایا: ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔

(سورۃ جمعہ:۳)

چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے ساتھ ہی خداتعالیٰ نے ایسے سامان پیدا فرمانے شروع کر دیئے جن کی مدد سے اسلام کا پیغام زمین کے کناروں تک پہنچنے لگا۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خداتعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خداتعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں۔''

(رسالہ الوصیت طبع اول صفحہ ۶،۷، ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ مطبوعہ لندن۔ ۲۰ نومبر ۱۹۸۴ء صفحہ ۳۰۶، ۳۰۷)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

''نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔''

(الاشتہار مستیقنا بوحی اللہ القھار، تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۸)

یورپ و امریکہ میں اشاعت اسلام سے متعلق تجاویز ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ قادیان کے مقاصد میں شامل ہو چکی تھیں۔ ازاں بعد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۹۴ء میں تحریک خاص فرمائی کہ برطانیہ میں حضرت مولوی حسن علی صاحب لیکچرار اور ایک عالم دین کو تبلیغ حق کے لئے بھجوایا جائے۔

(نورالحق حصہ دوم طبع اول صفحہ ۴۹ تا ۵۴ بحوالہ روحانی خزائن نمبر ۸ صفحہ ۲۴۵ تا ۲۵۰ مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ء)

Sir Thomas Arnold نے ایک مشہور زمانہ تصنیف The Preaching of Islam کے صفحہ ۲۸۳ طبع دوم لنڈن ۱۹۱۳ء میں حضرت مولوی صاحب کی پرجوش تبلیغی مساعی کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ آپ اپریل ۱۸۹۶ء میں انتقال فرما گئے اس وجہ سے حضرت اقدسؑ کی زندگی میں برطانیہ میں مشن قائم نہ ہو سکا۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو ارشاد فرمایا:

''ہم ہمیشہ دعا کرتے ہیں اور ہماری ہمیشہ سے یہ آرزو ہے کہ یورپین لوگوں میں سے کوئی ایسا نکلے جو اس سلسلہ کے لئے زندگی کا حصہ وقف کرے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۴۹ طبع دوم مطبوعہ لنڈن ۱۹۸۴ء)

الحمدللہ۔ حضورؑ کی اس دعا اور آرزو کی پہلی بار تکمیل کا سہرا بھی جماعت احمدیہ برطانیہ کے سر ہے جو مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ جب آپ نے ۱۹۴۵ء میں اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کی اور یہ عہد وقف اپنی وفات تک خوب نبھایا اور شائد یہ اسی دعا اور خواہش کا اثر تھا کہ برصغیر پاک و ہند کے باہر جماعت احمدیہ کا پہلا مشن سرزمین انگلستان میں قائم ہوا۔ بیرونی ممالک میں بنیاد رکھے جانے والی پہلی مسجد، مسجد فضل لنڈن ہے۔ جس کی بنیاد ۱۹ر جنوری ۱۹۲۴ء کو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے رکھی۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں خداتعالیٰ نے تبلیغ اسلام کے لئے جو جوش اور عزم پیدا فرمایا تھا اس کا اظہار آپ کے منثور اور منظوم کلام میں جگہ جگہ ہوتا ہے۔

ایک نظم میں فرماتے ہیں:۔

آسماں پر دعوت حق کے لئے اک جوش ہے

ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگاہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۱ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۱ مطبوعہ لنڈن ۱۹۸۴ء)

نیز حضورؑ نے ایک نہایت اہم رؤیا جو آئندہ زمانہ سے متعلق عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل تھا اس کے بارہ میں تحریر فرمایا:

''میں نے دیکھا کہ میں لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔''

''سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں، مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔''

(ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۵۱۵، ۵۱۶ اشاعت ۱۸۹۱ء مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۳ مطبوعہ لنڈن ۱۹۸۴ء صفحہ ۳۷۷)

یہ عجیب تصرف الٰہی ہے کہ کاسر صلیب سیدنا حضرت مسیح موعود ۱۸۶۳ء۔ ۱۸۶۴ء میں اپنے والد بزرگوار کے حکم کی اطاعت میں ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی عدالت میں ریڈر (reader) کے طور پر ملازمت کے لئے چند سال کے لئے مقیم ہوئے۔ وہاں آپ کا معمول یہ تھا کہ عیسائی پادریوں سے تبادلہ خیال کرتے اور ایسے اچھوتے انداز میں اسلام کی فضیلت ثابت فرماتے کہ بعض نامی پادری آپکے گرویدہ ہوگئے۔ مثلاً سکاچ مشن کے پادری ریورنڈ بٹلر صاحب ایم اے (Teh Rev. Mr Butler, M.A) جب انگلستان واپس جانے لگے تو بطور خاص حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف ملاقات حاصل کیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانہ میں سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔

(مسلم کتاب الفتن۔ باب الایات التی تکون قبل الساعۃ)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اس پیشگوئی کے ضمن میں فرمایا:

''ایسا ہی طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا ہم اس پر بہر حال ایمان لاتے ہیں۔ لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت اور کفر و ضلالت میں ہیں۔ آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔''

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۷۶ روحانی خزائن جلد نمبر ۳ مطبوعہ لنڈن ۱۹۸۴ء)

سورج کا مغرب سے نکلنا

حضرت مفتی محمد صادقؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں سب سے پہلے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا اس وقت میں اور سید فضل حسین شاہ مہمان تھے۔ حضور سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ فضل شاہ نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت یہ جو حدیث میں آتا ہے کہ مہدی کے زمانہ کی علامت ہوگی کہ سورج بجائے مشرق کے مغرب کو چڑھے گا۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ تو حضورؑ نے فرمایا کہ سیارے اپنے محور کو نہیں چھوڑتے۔ وہ اپنی جگہ پر قائم ہیں بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ اس سورج سے مراد اسلام کا سورج ہے جو مغرب سے طلوع کرے گا یعنی یورپ کے لوگ جو ہیں وہ اسلام کو قبول کریں گے۔''

یورپ کے مسلمان ہونے کی خواہش

اسی طرح حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مولوی محمد احسن صاحبؓ نے اپنے ایک رشتے دار کو قادیان حضور کے پاس ایک خوش خبری سنانے کے لئے بھیجا کہ فلاں مناظرہ میں بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ میں ان دنوں میں قادیان میں تھا اور ان کا نام قاضی آل محمد تھا۔ انہوں نے آکر آواز دی تو اس وقت میں حجرہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضورؑ نے پوچھا یہ کون ہیں، ان سے دریافت کرو اور یہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے جا کر دریافت کیا اور ان سے پوچھا کہ آپ کیسے تشریف لائے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں تو حضرت سے خود بات کروں گا تم کو نہیں بتانا چاہتا۔ میں نے جا کر حضرت کو ان کا جواب سنایا۔ حضرت صاحب نے دوبارہ سہ بارہ ان کیطرف بھیجا کہ ان سے جا کر کہو کہ جو بات بتانی ہے مجھے (مفتی صاحب کو) بتادیں۔ میں باہر نہیں آسکتا۔ میرا حرج ہوتا ہے آخر انہوں نے بتایا کہ یہ بات ہے۔ میں نے جا کر حضرت صاحب کو بتادیا اس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں سمجھا کہ یہ خبر لائے ہیں کہ یورپ مسلمان ہو گیا ہے۔ حضور کو ہر وقت یہی خواہش رہتی تھی کہ لوگ مسلمان ہو جاویں اور یورپ بھی مسلمان ہو جاوے۔

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحب جلد اول صفحہ ۱۵۲)

انگریز قوم کے نور اسلام سے منور ہونے کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۱۹۰۱ء میں ایک بشارت دی۔ آپ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''الہام کی صورت پیدا ہوئی۔ مگر اچھی طرح یاد نہیں رہا۔ انگریزوں وغیرہ کے متعلق اس طرح سے تھا کہ ان میں بہت لوگ ہیں جو سچائی کی قدر کریں گے۔''

(الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۱ء)

عین ممکن ہے حضورؑ نے انگریزوں وغیرہ کے جو الفاظ تحریر فرمائے ہیں اس میں انگریزوں کے علاوہ برطانیہ کی باقی ماندہ تینوں اقوام ویلش، آئرش اور سکاٹش کی طرف بھی اشارہ ہو۔

انگلستان کے معززین کو تبلیغ

ماموریت کے ابتدائی ایام سے بھی پہلے آپ نے اشتہارات کے ذریعہ انگریز قوم کو مخاطب کر کے دعوت اسلام دینا شروع کر دی تھی۔ چنانچہ ۱۸۸۵ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے ایک اشتہار ۲۰ ہزار کی تعداد میں شائع فرمایا جس میں تمام مذاہب کے پیروکاروں کو دعوت دی کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ''مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں۔'' اس لئے قرآن کریم اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف رجوع کریں اور تمام برکتوں اور سعادتوں اور حقیقی خوشحالیوں سے متمتع ہوں۔

نیز فرمایا:

''بالخصوص قوم انگریز جنہوں نے ابھی تک اس آفتاب صداقت سے کچھ روشنی حاصل نہیں کی اور جس کی شائستہ اور مہذب اور بارحم گورنمنٹ نے ہم کو اپنے احسانات اور دوستانہ معاونت سے ممنون کر کے اس بات کے لئے دلی جوش بخشا ہے کہ ہم ان کے دنیا و دین کے لئے دلی جوش سے بہبودی و سلامتی چاہیں تا ان کے گورے و سپید منہ جس طرح دنیا میں خوبصورت ہیں آخرت میں بھی نورانی و منور ہوں۔''

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم صفحہ ۱۵۲، ۱۵۳۔ مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی اشاعت جون ۱۹۴۳ء سکندر آباد)

ماموریت کے ابتدائی ایام میں ہی حضرت مسیح موعودؑ نے بارہ ہزار کے قریب اشتہارات دعوت اسلام پر مشتمل بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک مختلف اقوام کے پیشواؤں، امیروں اور والیان ممالک کے نام ارسال فرمائے ان میں برطانیہ کے شہزادہ ولی عہد (دی پرنس آف ویلز)۔ وزیر اعظم مسٹر گلیڈ سٹون اور شہزادہ بسمارک کو بھی خطوط لکھے۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۶ حاشیہ روحانی خزائن جلد نمبر ۳ مطبوعہ لنڈن ۱۹۸۴ء)

ایک عیسائی پادری میاں فتح مسیح نے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے بالمقابل الہامی پیشگوئیاں پیش کرنے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ وہ ایک جلسہ میں ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کو حضرت مسیح موعودؑ کے مکان پر بٹالہ میں جو نبی بخش ذیلدار کا طویلہ ہے آئیں گے اور اپنی الہامی پیشگوئیاں حاضرین مجلس کو سنائیں گے۔ حضورؑ نے فرمایا اگر میاں فتح مسیح کی پیشگوئیاں وقت پہ پوری ہو گئیں تو واقعی یہ امر عیسائیت کی صداقت پر ایک حجت ہو گا۔ لیکن اگر ان کے بالمقابل صرف ہماری پیشگوئیاں سچی نکلیں اور مدمقابل کو شکست ہوئی یا میاں فتح مسیح میدان سے بھاگ گئے تو اس سے ثابت ہو جائے گا کہ خدا مسلمانوں کے ساتھ ہے۔

(اشتہار مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر۔ از بٹالہ طربلہ نبی بخش ذیلدار ۱۸ مئی ۱۸۸۸ء)

۱۸ مئی ۱۸۸۸ء بروز سوموار سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے مذکورہ بالا مکان پر ایک بڑا جلسہ ہوا جس میں مسلمان ہندو اور بہت سے رؤسائے شہر حاضر ہوئے لیکن الہامی پیشگوئیاں بیان کرنی تو کجا میاں فتح مسیح نے اقرار کیا کہ اصل بات یہ ہے کہ انہیں دعویٰ الہام نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے بالمقابل ملہم ہونے کا یونہی دعویٰ کر دیا تھا۔ اس پر معززین نے ان کی سخت ملامت کی اور اس طرح یہ جلسہ برخواست ہوا۔ کوئی عام انسان ہوتا تو اپنی اس فتح کو بہت کافی سمجھ کر خوشی سے گھر بیٹھ رہتا لیکن سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کاسرِ صلیب نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے عیسائیت پر ایک اور کاری ضرب لگائی۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے فوری طور پر ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں یوروپین پادریوں بالخصوص جناب پادری وائٹ بریخٹ کو مخاطب کرتے ہوئے ۲۴ مئی ۱۸۸۸ء کو اشتہار شائع کر کے فرمایا کہ ہم آخر رمضان تک بٹالہ ٹھہریں گے۔ کوئی دیانت دار یوروپین پادری جسے دعوی الہام ہے وہ ہمارے مقابل پر آئے بالخصوص پادری وائٹ بریخٹ جو اس علاقہ کے ایک معزز یوروپین پادری ہیں وہ ہمارے مخاطب ہیں۔ وہ آئیں اور اپنی الہامی پیشگوئیاں پیش کریں۔ اس جلسہ میں اگر ہماری طرف سے ایسی قطعی و یقینی پیشگوئی پیش نہ ہوئی جو عام ہندوؤں، مسلمانوں اور عیسائیوں کی نظر میں انسانی طاقتوں سے بالاتر نہ سمجھی جائے تو ہم پادری صاحب کو ۲۰۰ روپے ہرجانہ پیش کریں گے۔ لیکن اگر پادری صاحب نے خود اقرار کر لیا کہ صرف ہماری پیشگوئی انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے تو پھر ان پر لازم ہو گا کہ وہ اپنے مذہبی اخبار نور افشاں میں یہ پیشگوئی درج کر کے اس کے ساتھ اپنا یہ اقرار شائع کرائیں کہ حضرت مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ اگر یہ پوری ہو گئی تو میں اسلام قبول کرلوں گا لیکن اگر پادری وائٹ بریخٹ صاحب بھاگ گئے تو سمجھ لینا چاہئے کہ ''پادری صاحبوں کو حق کی اطاعت منظور نہیں بلکہ صرف تنخواہ پانے کا حق ادا کر رہے ہیں۔''

چنانچہ یہی بات ہوئی کہ پادری وائٹ بریخٹ صاحب کو حضور کے مدمقابل آنے کی جرات نہ ہوئی اور وہ خاموشی سے شملہ پہاڑ پر چلے گئے۔ پادری وائٹ بریخٹ بٹالہ مشن کے انچارج تھے اور اردو فارسی عربی یونانی لاطینی جرمن اور فرانسیسی زبان کے

ماہر تھے۔

(آرچ ڈیکن احسان اللہ صفحہ ۴۹ از پادری برکت اللہ ایم اے ناشر پنجاب ریلیجس سوسائٹی انارکلی لاہور طبع اول ۱۹۵۹ء)

انہوں نے حضور کا چیلنج قبول کرنے کی بجائے پھر اپنے دیسی پادری میاں فتح مسیح کو آگے کر دیا جنہوں نے اپنی خفت مٹانے کے لئے کہا کہ ہمارا مسیح ناصری تو علم غیب رکھتا تھا۔ آپ کے لئے ہم بند لفافہ میں چار سوال لکھ کر جلسہ عام میں کسی شخص کو دیں گے۔ لفافہ کھولے بغیر آپ اپنے الہام کے زور سے یہ سوال بتا دیں۔

(ہفت روزہ اخبار نور افشاں صفحہ نمبر ۷۷۔ جون ۱۸۸۸ء)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا اگر یہی درخواست پادری وائٹ بریخٹ کریں تو ہمیں منظور ہے۔ ہمارے ساتھ وہ خدائے قادر وعلیم ہے جس سے عیسائی لوگ ناواقف ہیں۔ وہ پوشیدہ بھیدوں کو جانتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے جو اس کے خالص بندے ہیں لیکن لہو ولعب کے طور پر اپنا نام لینا پسند نہیں کرتا۔ اگر پادری وائٹ بریخٹ بٹالہ میں ایک جلسۂ عام میں حلفاً اقرار کریں کہ کسی بند لفافہ میں جو مضمون انہوں نے لکھا ہو اگر میں خدا تعالیٰ کے حضور دعا کر کے دس ہفتہ کے اندر اندر بتا دوں تو وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہزار روپیہ جو پہلے سے کسی ثالث منظور کردہ کے پاس جمع کروایا ہوا ہو انجمن حمایت اسلام لاہور کو بذریعہ ثالث ادا کر دیا جائے۔ اس تحریر اقرار کے نور افشاں میں چھپنے کے بعد مقررہ مدت میں ہم اللہ تعالیٰ سے علم پا کر بند لفافہ کا مضمون بتا دیں گے۔

(اشتہار مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر ۹ جون ۱۸۸۸ء)

لیکن اس یورو پین پادری کو خدا کے اس مسیح کے سامنے دم مارنے کی جرات نہ ہوئی اور یوں اسلام کا بول بالا ہوا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر سردار ویٹ جان انگریز کی بیعت

جنوری ۱۸۹۲ء میں احاطہ مدراس کے ایک تعلیم یافتہ انگریز نے قادیان میں آپؑ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ حضورؑ نے ان کے بارہ میں حضرت مولانا حکیم نور الدینؓ کو لکھا:

''میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ سردار ویٹ جان صاحب خلف الرشید مسٹر جان ویٹ ایک جوان تربیت یافتہ قوم انگریز، دانشمند، مدبر آدمی، انگریزی میں صاحب علم آدمی ہیں............ آج بڑی خوشی، ارادت اور صدق دل سے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو گئے۔ وہ ایک باہمت آدمی اور پرہیزگار طبع اور محب اسلام ہیں۔ انگریزی میں حدیث اور قرآن شریف کو دیکھا ہوا ہے چونکہ رخصت کم تھی اس لئے آج واپس چلے گئے............ تمام اعتقاد سن کر آمنا آمنا کہا کوئی روک پیدا نہیں ہوئی اور کہا کہ جو لوگ مسلمان اور مولوی کہلا کر آپ کے مخالف ہیں وہ آپ کے مخالف نہیں بلکہ اسلام کے مخالف ہیں۔ اسلام کی سچائی کی خوشبو اس راہ میں آتی ہے۔ الغرض وہ محققانہ طبیعت رکھتے ہیں اور علوم جدیدہ میں مہارت رکھتے ہیں۔ زیادہ تر خوشی یہ ہے کہ پابند نماز خوب ہے۔ بڑے التزام سے نماز پڑھتا ہے۔

خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی ۱۳ رجنوری ۱۸۹۲ء

ملکہ برطانیہ کو دعوت اسلام

۱۸۹۲ء میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے ملکہ وکٹوریہ کو انہی الفاظ میں دعوت اسلام دی جن الفاظ میں حضرت نبی اکرم ﷺ نے قیصر روم کو مخاطب فرمایا تھا۔ حضور نے اپنے خط میں ملکہ کو لکھا:

''یا ملیکۃ الارض اسلمی تسلمین''

یعنی اے ملکہ! مسلمان ہو جا۔ اس کے نتیجہ میں تو اور تیری مملکت محفوظ رہیں گے۔ خط کے آخر میں حضورؑ نے ملکہ کو مسلمانوں سے خاص حسن سلوک کی نصیحت فرمائی۔ ملکہ نے جواباً حضور کی خدمت اقدس میں شکریہ کا خط لکھا اور خواہش ظاہر کی کہ حضور اپنی تمام تصانیف ملکہ کو ارسال فرمائیں۔

(حیات طیبہ مؤلفہ مولانا شیخ عبد القادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ ۱۱۷) (حیات احمد جلد چہارم مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صفحہ ۲۶۴)

۱۸۹۴ء میں جب مخالفین نے جن میں علماء بالخصوص مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی پیش پیش تھے حضرت مسیح موعودؑ پر جھوٹے الزام لگانے شروع کئے کہ بانی احمدیت خونی مہدی ہیں اور حکومت کے خلاف مہدی سوڈانی کی طرح سازشیں کریں گے وغیرہ اور اس طرح اکابرین حکومت ہند کو بھڑکانے کی کوشش کی تو حضورؑ نے ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں تاریخی حقائق کا حوالہ دے کر الزام دور کئے۔ حضورؑ نے یہ اشتہار لیفٹنٹ گورنر پنجاب اور گورنر جنرل ہند کو بھجوانے کے علاوہ ملکہ وکٹوریہ کو بھی ارسال فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد دوئم صفحہ ۳۲۸، ۳۲۹ طبع دوئم)

تحفۂ قیصریہ

جون ۱۸۹۷ء میں ملکہ وکٹوریہ (۱۸۱۹ء۔ ۱۹۰۱ء) کی ساٹھ سالہ ڈائمنڈ جوبلی منائی گئی اس موقع پر حضرت مسیح موعودؑ نے ۲۷ مئی ۱۸۹۷ء کو تحفہ قیصریہ کے نام سے ایک رسالہ شائع فرمایا جس میں ملکہ وکٹوریہ کو دعوت اسلام دی گئی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ملکہ کے لئے اس کتاب کی خوبصورت جلد بنوا کر بھجوائی اور اس کی نقل وائسرائے ہند لارڈ ایلگن

اور گورنر پنجاب کو ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی معرفت بھجوائی۔حضور نے ملکہ کو یہ تجویز پیش فرمائی کہ:

(الف)......... انگلستان میں وسیع پیمانہ پر ایک ''جلسہ مذاہب'' منعقد کرایا جائے جس میں تمام مذاہب کے نمائندے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ جیسا کہ قیصر روم نے ایک مرتبہ عیسائی فرقوں کے نمائندوں کا جلسہ منعقد کرایا تھا۔اس مجوزہ جلسہ میں ہر ایک شخص اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے۔اگر ملکہ نے ایسا جلسہ منعقد کروادیا تو یہ ہماری ملکہ معظمہ کی طرف سے ایک روحانی یادگار رہوگا اور انگلستان جس کے کانوں تک بڑی خیانت کے ساتھ اسلامی تعلیمات پہنچائی گئی ہیں اسلام کی حقیقی تعلیم سے روشناس ہوگا۔

(ب) .... اگر ملکہ چاہے گی تو اس کی حضرت مسیح ناصریؑ سے کشفی طور پر ملاقات بھی کروادی جائے گی۔

حضور نے فرمایا:

''یہ ایک بڑی بات ہے جو توجہ کے لائق ہے کہ حضرت یسوع مسیح ان کے چند عقائد سے جو کفارہ، تثلیث اور ابنیت ہے ایسے متنفر پائے جاتے ہیں کہ گویا ایک بھاری افتراء جو ان پر کیا گیا ہے وہ یہی ہے۔میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر کوئی طالب حق نیت کی صفائی سے ایک مدت تک میرے پاس رہے اور وہ حضرت مسیح کو کشفی طور پر دیکھنا چاہے تو میری توجہ اور دعا کی برکت سے وہ ان کو دیکھ سکتا ہے اور ان کی نسبت ان سے گواہی بھی لے سکتا ہے کیونکہ میں وہ شخص ہوں جس کی روح میں بروز کے طور پر یسوع مسیح کی روح سکونت رکھتی ہے۔''

(تحفہ قیصریہ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۲۱ مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ء)

(ج)......... اگر ملکہ حضورؑ سے کوئی نشان دیکھنا چاہے تو فرمایا:

''میں یقین رکھتا ہوں کہ ابھی ایک سال پورا نہ ہو کہ وہ ظاہر ہو جائے۔''

(حاشیہ تحفہ قیصریہ صفحہ ۲۴۔روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲ مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ء)

ستارہ قیصریہ

تحفہ قیصریہ کے دو سال بعد ۲۴ اگست ۱۸۹۹ء کو یہ رسالہ شائع فرمایا اور ایک بار پھر انگلستان میں ملکہ وکٹوریہ کو متذکرہ بالا جلسہ مذاہب عالم منعقد کرنے کی طرف توجہ دلائی۔حضورؑ نے ۲۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کو حکومت انگلستان کے لئے اتمام حجت کے طور پر ایک میموریل بھی شائع فرمایا جس میں جلسہ مذاہب منعقد کرانے کی طرف نہایت زوردار الفاظ میں توجہ دلائی۔ نیز فرمایا کہ تمام مذاہب کے نمائندے اس جلسہ میں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں اور اپنے مذہب کی سچائی کے ثبوت میں ایک سال کے اندر کسی نشان کی پیشگوئی کریں۔خدا تعالیٰ کے اس جری پہلوان نے مزید لکھا:

''اگر جلسہ کے بعد.........ایک سال کے اندر میرے نشان تمام دنیا پر غالب نہ ہوں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد سوئم صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ لندن ۱۹۸۴ء)

ہندوستان میں تبلیغ عیسائیت کی نئی لہر

۱۸۹۹ء میں ہندوستان میں لارڈ کرزن وائسرائے بنا کر بھیجے گئے۔لارڈ کرزن خود عیسائیت کے پرچار کے زبردست مؤید تھے۔چنانچہ ان کے آتے ہی پنجاب پر عیسائیت کی یلغار کا منصوبہ تیار کیا گیا۔ان دنوں ایک عیسائی بشپ کا بڑا چرچا تھا یعنی جارج الفریڈ لیفرائے (The Rt. Rev. G. A. Leftroy) انہیں فوری طور پر لاہور کا بشپ بنادیا گیا۔قبل ازیں یہ دلی میں کامیاب مناد کے طور پر شہرت حاصل کر چکے تھے۔بشپ لیفرائے اپنی مادری زبان یعنی انگریزی کے علاوہ اردو، فارسی اور عبرانی کے فاضل تھے اور مباحثوں میں جارحیت اختیار کرتے تھے۔چنانچہ انہی کی کوشش اور تبلیغ کے نتیجہ میں دلی کے مشہور نابینا مولوی احمد مسیح، اسلام سے تائب ہو کر پادری بن گئے تھے۔

پنجاب میں آتے ہیں انہوں نے انگریزی حکومت اور انگریزوں کو یہ پیغام دینا شروع کیا کہ ہندوستان ہمارے سپرد ایک امانت کے طور پر کیا گیا ہے تا خداوند یسوع مسیح کے لئے اسے فتح کرلیا جائے۔انہوں نے وسیع لیکچروں کا جال پھیلایا اور زندہ نبی اور معصوم نبی وغیرہ کے نام سے خطابات شروع کئے۔

۱۸ مئی ۱۹۰۰ء کو بشپ لیفرائے نے ''معصوم نبی'' کے موضوع پہ لاہور میں ایک تقریر کی اور کہا کہ محمد (ﷺ) کے متعلق قرآن مجید میں لفظ ذنب استعمال ہوا ہے۔جبکہ مسیح واحد معصوم نبی ہیں۔تقریر کے بعد انہوں نے سوالوں کے لئے موقع دیا۔تمام مسلمان منہ میں انگلیاں ڈال کے بیٹھے رہے اور کسی کو زبان کھولنے کی جرات نہ ہوئی۔سیدنا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سرصلیب کے مرید مفتی محمد صادق صاحبؓ اتفاق سے جلسہ میں موجود تھے۔آپ نے لیفرائے کے ایک ایک اعتراض کا جواب دیا۔آپ نے فرمایا کہ مسیح تو خود کہتے ہیں ''تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا'' (متی باب ۱۹ آیت ۱۷) آپ نے مزید بتایا کہ ذنب۔خطا، جرم اور جناح کا ترجمہ گناہ کرنا جہالت ہے ہر لفظ کے الگ الگ معنی ہیں۔لیفرائے کو اس اچانک حملہ کی توقع نہیں تھی وہ مبہوت رہ گیا اور مسلمانوں نے اس زبردست فتح پر جشن منایا اور کئی دن تک چرچا رہا کہ

احمدی جیت گئے۔

بشپ لیفرائے نے اپنی خفت مٹانے کے لئے ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کو پھر ''زندہ رسول'' پر لیکچر دینے کا اشتہار دیا۔ اس بار مسلمانوں نے مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کو مقابلہ کے لئے دعوت دی وہ شخص جو قرآن کریم کے سراسر خلاف خود مسیح کو زندہ آسمان پر یقین کرتا وہ بھلا بشپ لیفرائے سے کس طرح ٹکر لے سکتا تھا۔ چنانچہ مولویوں کے ہمیشہ کے ہتھکنڈوں کے مطابق مولوی ثناء اللہ امرتسری نے سارا زور اس بات پہ صرف کیا کہ کوئی مسلمان بشپ لیفرائے کے جلسہ میں نہ جائے۔ گویا سارا میدان عیسائیوں کے لئے کھلا چھوڑ دیا۔ اس پر دردمند مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ بشپ لیفرائے کے جواب کی اگر کسی کو مقدرت ہے تو وہ صرف بانی سلسلہ احمدیہ ہیں۔ یہ مولوی تو سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے اپنی ایسی کارروائیوں اور حرکتوں سے اسلام کو رسوا اور بدنام کریں گے۔ چنانچہ اس تحریک پہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب ۲۴ مئی ۱۹۰۰ء کو قادیان پہنچے اور سارا ماجرا عرض خدمت کیا۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ اس وقت شدید بیماری کے حملہ سے نڈھال تھے لیکن نبی پاکؐ کی عزت وجلال کی خاطر آپ نے اسی وقت قلم پکڑا اور زندہ نبی ﷺ سے متعلق دو اشتہار مع انگریزی ترجمہ رقم فرمائے۔ آپ نے فرمایا مسیح ناصریؑ اپنی طبعی زندگی پا کر فوت ہو چکے ہیں اب زندہ نبی صرف اور صرف ہمارے سید ومولا محمد عربی ﷺ ہیں اور اس کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ آپؐ کی روحانی تاثیرات اور برکات کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے اور خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ تا میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔'' یہ دونوں اشتہار اور ان کا انگریزی ترجمہ قادیان میں راتوں رات چھاپ کر حضرت مفتی صاحب کے ہاتھ علی الصبح ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کو لاہور بھجوائے گئے اور بشپ لیفرائے کے لیکچر کے بعد سامعین میں تقسیم کردئے گئے۔ بشپ لیفرائے کے اشتہار کے مطابق لیفرائے نے رنگ محل لاہور میں زندہ رسول کے عنوان پر تقریر کی۔ حاضری کی تعداد تین ہزار کے قریب تھی۔ اس کے بعد سوالات کا موقع دیا گیا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کھڑے ہوئے اور آپ نے بڑے جوش اور جلال کے ساتھ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے اشتہارات کا مضمون پرشوکت آواز میں پڑھ کر سنایا۔ اس مضمون میں الٰہی تاثیر یہ تھی کہ بشپ لیفرائے نے جو جو اعتراض ہمارے سید ومولیٰ ﷺ اور اسلام پر کئے تھے باوجود اس کے کہ یہ مضمون ایک روز پہلے لکھا گیا تھا ایک ایک اعتراض کا ایسا مسکت اور دندان شکن دیا گیا تھا کہ بشپ لیفرائے تو مبہوت اور دہشت زدہ تھا ہی سامعین بھی انگشت بدندان ہوگئے کہ حضرت مرزا صاحب نے کس غیبی طاقت سے علم پا کر ایک ایک اعتراض کو پارہ پارہ کیا اور حضور نبی اکرم ﷺ کی عظمت اور جلال کا سکہ بیٹھ گیا۔ بشپ نے ان اشتہاروں کے مضمون کے بارہ میں صرف یہی اقرار کرنے کی خیر منائی کہ ان اشتہاروں میں جو نکات بیان کئے گئے ہیں وہ بشپ کے علم میں پہلی بار آئے ہیں۔ وہ ان کے بارہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے ان اشتہاروں کے ذریعہ بشپ لیفرائے کو دعوت مقابلہ دی۔ اس کی خاموشی پر ۸ جون ۱۹۰۰ء کو پھر اسے دعوت مبازرت دی گئی۔ انڈین ڈیلی ٹیلی گراف بابت ۱۹ جون ۱۹۰۰ء نے بشپ لیفرائے کو جھنجوڑا کہ وہ میدان میں نکلے لیکن انہوں نے بھونڈے اعتراض اٹھا کر صاف انکار کر دیا۔

محترم راجہ عبدالخالق صاحب وفات پاگئے

راجہ عبدالخالق صاحب ابن میجر راجہ عبدالحمید صاحب (مبلغ انگلستان، امریکہ، جاپان) مؤرخہ 17 دسمبر 2003ء کو فیئر فیکس، ورجینیا (امریکہ) میں لمبی علالت کے بعد بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ بروز جمعہ مسجد بیت الرحمٰن میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد تدفین لیک ویو میموریل پارک کے قبرستان میں عمل میں آئی۔

آپ کی ولادت 20 اکتوبر 1945ء کو قادیان میں ہوئی تھی۔ ابتدائی تعلیم، ٹی آئی ہائی سکول اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں حاصل کی۔ 21 سال کی عمر میں یعنی 1966ء میں امریکہ ہجرت کر آئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جماعت احمدیہ امریکہ کی بہ حیثیت نیشنل فنانس سیکرٹری کئی سال تک خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

مرحوم خاموش طبع مگر بہت محبت کرنے والی اور ملنسار شخصیت کے حامل تھے۔ نہایت سادہ انسان تھے۔

مرحوم نے اپنے لواحقین میں بیگم کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے چھوڑے ہیں

۔دعا ہے کہ اللہ جل شانہ عبدالخالق صاحب مرحوم کے لواحقین کا خود کفیل ہو اللہ تعالیٰ آپ کی سن رسیدہ والدہ، بیگم، اولاد، بھائی اور تینوں بہنوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے محبت و اخلاص کا تعلق

(مکرم جمال الدین صاحب شمس)

اے فرید وقت در صدق و صفا
با تو باد آں رو کہ نام او خدا
بر تو بارد رحمت یار ازل
در تو تابد نور دلدار ازل

حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ساتھ اخلاص و محبت کا تعلق رکھنے والے ایک عارف باللہ سجادہ نشین فقر و تصوف اور جادہ عرفان کے شہسوار حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ کا تعلق چاچڑاں شریف سے ہے۔ جو سابق ریاست بہاولپور میں خانپور ریلوے اسٹیشن سے مغربی جانب جانے والی برانچ لائن پر آخری ریلوے اسٹیشن ہے۔ اس گدی سے عقیدت رکھنے والے ہزاروں لوگ پنجاب اور سندھ میں موجود ہیں۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہؑ نے حضرت خواجہ صاحبؒ کے لئے دعائیہ رنگ میں مذکورہ بالا اشعار میں فرمایا کہ ''اے صدق و وفا میں اس زمانہ کے فرید تیرے ساتھ وہ ذات ہو جس کا نام خدا ہے۔ تجھ پر اس یار قدیم کی رحمتوں کی بارش ہو اور تجھ میں اس محبوب ازلی کا نور چمکتا رہے۔'' زیر نظر مضمون میں اسی عارف باللہ کا تعارف مقصد ہے۔

خاندانی حالات

حضرت خواجہ غلام فریدؒ قریشی النسل اور حضرت عمر بن خطابؓ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کے جد امجد یحییٰ بن مالک جو ناصر بن عبداللہ بن عمر کے پڑپوتے تھے عرب سے ہجرت کر کے سندھ آئے تھے۔ ان کے بیٹے منصور کو سندھ میں موجود عربوں نے اپنا سردار بنا لیا اور اس طرح سندھ کے لوگ ان کی انتہائی عزت و تکریم کرتے تھے۔ ان کی اولاد حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہی۔ عیسیٰ بن یوسف جو مالک سے ساتویں پشت پر تھے دنیوی وجاحت کے ساتھ دین کی طرف خاص رغبت رکھتے تھے۔ اس طرح یہ خاندان دنیا سے زیادہ دین کا دلدادہ اور روحانیت کا شیدا رہا۔ ابتدأً یہ خاندان سندھ کے زیریں علاقہ میں آباد تھا۔

شیخ حسین بن بڑیا ملازمت کے سلسلہ میں ٹھٹھہ میں رہائش رکھتے تھے۔ جنہوں نے عمر کے آخری ایام میں ملازمت ترک کر کے سلسلہ سہروردیہ میں شمولیت اختیار کی اور خدمت دین میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے فقر و سلوک کی منزلیں طے کیں اور مخدوم کا لقب پایا۔ ان کے بیٹے حضرت زکریا بن حسین سندھ سے ترک سکونت کر کے منگلوٹ شریف (ضلع ملتان) میں آباد ہو گئے۔ مخدوم محمد زکریا کے فرزند مخدوم نور محمد صاحب (جن کا مزار ضلع لودھراں میں زیارت گاہ عوام ہے) کا شہرہ ہوا تو مغل بادشاہ شاہجہاں کے وزیر میر ارادت خاں نے ان کی بیعت کر لی۔ شاہجہان کو بھی ان سے عقیدت تھی۔ شاہجہان نے ایک بڑی جاگیر آپ کی نذر کی۔ مخدوم نور محمد صاحب کے پوتے مخدوم محمد شریف صاحب نے دریائے سندھ کے کنارے سیت پور کے قریب یاراوالی میں سکونت اختیار کر لی۔ بعد میں ایک سردار مٹھن خاں نے جو مخدوم صاحب کے معتقدین میں سے تھے کوٹ مٹھن آباد کیا تو انہوں نے وہاں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ مخدوم محمد شریف صاحب نے سلسلہ سہروردیہ کی قوت عمل کو گھٹتا دیکھ کر اپنے دونوں بیٹوں قاضی نور محمد اور قاضی محمد عاقل کو خانوادہ چشت کے مشہور بزرگ خواجہ فخر الدین دہلوی کے خلیفہ خواجہ نور محمد مہاروی کی بیعت کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ وہ خواجہ نور محمد صاحب کے مرید بن گئے۔ خواجہ فخر الدین دہلوی بہادر شاہ ظفر کے پیر ہونے کی وجہ سے قلعہ معلیٰ میں تشریف لے جاتے تو ان کے ساتھ قاضی محمد عاقل کا بھی وہاں آنا جانا ہو گیا۔ اس آمد و رفت کے بعد بہادر شاہ ظفر قاضی محمد عاقل کی سیرت سے متاثر ہوا۔ قاضی محمد عاقل کے بیٹے میاں احمد علی ان کی مسند خلافت پر بیٹھے جن کے علم و فضل کی شہرت دور دور تک تھی۔ خواجہ محمد سلیمان تونسوی

صاحب جیسے صاحب رشد و ہدایت ان کے شاگرد تھے۔ حضرت میاں احمد علی صاحب کے دو بیٹے حضرت خواجہ خدا بخش صاحب اور خواجہ تاج محمود صاحب تھے۔

خواجگان کی سکونت

حضرت خواجہ تاج محمود صاحب کے زمانہ میں سکھوں نے مسلمانوں کے خلاف اودھم مچایا تو انہوں نے دریائے سندھ کے مشرقی کنارے چاچڑاں کی طرف ہجرت کر لی۔ اس تبدیلی سکونت میں نواب صادق محمد خان اول والی ریاست بہاولپور کی خواہش کا بڑا دخل تھا۔ اس وقت سے چاچڑاں شریف خواجگان کی سکونت اور کوٹ مٹھن ان کا مدفن ہے۔ حضرت خواجہ خدا بخش صاحب کے دو بیٹے خواجہ غلام فخر الدین اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ تھے۔

حضرت خواجہ صاحب کی ولادت اور تعلیم

حضرت خواجہ خدا بخش صاحب کے ہاں بہت عرصہ کوئی اولاد نہ ہوئی تو دعائے خاص کے نتیجہ میں 26 ذوالقعدہ 1261ھ بمطابق 1846ء چاچڑاں شریف میں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام حضرت خواجہ فرید الدین صاحب گنج شکر کی مناسبت سے ''غلام فرید'' رکھا گیا۔ ساڑھے تین سال کی عمر میں رسم بسم اللہ مولانا تاج محمود صاحب نے ادا کرتے ہوئے کہا۔
''آ کھ غلام فرید الف'' آپ نے بعینہ اس فقرے کو دہرا دیا ''آ کھ غلام فرید الف''
مولانا تاج محمد صاحب بار بار کہتے ''آ کھ غلام فرید الف'' تو خواجہ صاحب یہی کلمہ دھرا دیتے۔ خواجہ صاحب کی کافی جس کا مصرعہ ہے ''یک الف ہم بس دے میں جی'' میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ ابھی حضرت غلام فرید کی عمر 4 سال کی تھی کہ ان کے والد محترم کا سایہ اٹھ گیا۔ 9 سال کے تھے کہ والدہ محترمہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ تو آپ کے ماموں جناب میاں غلام محمد صاحب نے آپ کی تعلیم و تربیت کا بیڑہ اٹھا لیا۔

حضرت خدا بخش صاحب کی وفات کے بعد ان کے فرزند اکبر خواجہ غلام فخر الدین صاحب مسند خلافت پر بیٹھے۔ جو اپنے والد محترم کے تربیت یافتہ تھے۔ انہوں نے بھی اپنے والد صاحب کے نقش قدم پر رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ خواجہ غلام فخر الدین کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لئے وہ اپنے بھائی خواجہ غلام فرید سے غائت درجہ محبت کرتے تھے۔ اور انہوں نے آپ کی روحانی جسمانی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ آپ کی تعلیم کے لئے ایک فاضل استاد مولوی قائم الدین صاحب مقرر کئے گئے۔ جناب نواب فتح محمد خان صاحب والی ریاست بہاولپور کی درخواست پر آپ بہت عرصہ ڈیرہ نواب صاحب (احمد پور شرقیہ) میں قیام پذیر رہے۔ اور وہاں بھی آپ کی تعلیم جاری رہی۔ باوجود محلات میں کھانے پینے اور عیش و آرام کے شاہی انتظامات کے آپ ہمیشہ سادہ اور صوفیانہ زندگی کو پسند فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب کی روحانی عقیدت

حضرت خواجہ صاحب کے ماموں غلام محمد صاحب چاہتے تھے کہ آپ اپنے چچا حضرت خواجہ تاج محمود صاحب سے روحانی تعلق رکھیں۔ مگر آپ نے ایک خواب کی بنا پر 13 سال کی عمر میں اپنے بھائی خواجہ غلام فخر الدین صاحب کے ساتھ تعلق ارادت باندھا اور اس میں دن بدن بڑھتے گئے۔ آپ فرماتے ہیں:

چشمان فخر الدین مٹھل دیاں
تن من کیتا چکنا چور
گھول گھتاں میں فخر جہاں توں
جنت حور قصور
یار فرید کوں اینویں ساڑئیو
جینویں جلیا کوہ طور
نیز فرمایا
فخر جہاں ہک ریت سوجھائی
ارضی تھیا یک بار سمائی
ظلمت بن گئی نور و نور

آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد درس نظامی مکمل کیا۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کا باقاعدہ علم حاصل کیا۔ بزرگان کی کتب زیر مطالعہ رکھتے عوارف المعارف، احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، سہ مراتب، تحفہ مراسلہ، فصول الحکم، جواہر جلالی، جامع العلوم، کشکول حکمی جیسی کتب اکثر آپ کے مطالعہ میں رہتی تھیں۔ علوم جغرافیہ اسماء الرجال اور علم الانساب میں بھی شغف رکھتے تھے۔ قادر الکلام شاعر تھے۔ علم موسیقی کے تمام رازوں سے خوب واقفیت رکھتے تھے۔ خواجہ صاحب تحصیل علم کے معاملہ میں تعصبات سے بالکل آزاد تھے۔ عربی، فارسی دینی علوم کے ساتھ ساتھ اردو، ہندی، سندھی زبانیں بھی سیکھی تھیں۔ تاکہ ان زبانوں کے علمی و ادبی سرمایہ سے استفادہ کیا جا سکے۔ ان کا خیال تھا کہ انسان کو اپنا دامن وسیع رکھنا چاہئے۔ اسی جذبہ کے تحت انگریزی زبان سیکھنے کے لئے انگریزی کی ابجد پڑھی اور رومن لکھنے کی مشق کی۔

مسند نشینی

1288ء میں آپ کے بڑے بھائی حضرت خواجہ غلام فخر الدین وفات پا گئے۔ تو آپ مسند ارشاد پر

متمکن ہوئے۔اس وقت آپ کی عمر 28 سال تھی۔ علم وعرفان کی وہ تمام منزلیں جو ایک پیر کامل کے لئے ضروری ہوتی ہیں آپ اس سے قبل ہی طے کر چکے تھے۔گیارھویں محرم بیعت کے لئے مقرر ہوئی تھی۔ نواب محمد صادق خان صاحب رابع نے چاچڑاں پہنچ کر آپ کی رسم دستار بندی ادا کی اور خلعت فاخرہ پیش کیا۔خود نواب صاحب جن کی خاندانی ارادات کا سلسلہ پہلے خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی اور ان کے جانشینوں سے وابستہ تھا خواجہ غلام فرید کی شخصیت سے متاثر ہوکر ان کے ہاتھ پر بیعت کے طلبگار ہوئے۔نواب صاحب بہاولپور کو خواجہ صاحب سے بے حد عقیدت تھی۔ انہوں نے ایک گرانقدر جاگیر چاچڑاں شریف کی خانقاں کے لئے وقف کر رکھی تھی۔نواب صاحب جب کبھی خواجہ صاحب کی زیارت کے لئے جاتے تو نذرانہ پیش کرتے اور وہاں سے رخصت ہوتے تو بھی ہزاروں روپے نذر کرتے۔خواجہ صاحب کی عادت تھی کہ روپیہ آنے کی دیر ہوتی تھی کہ اسے ختم کرنے کی فکر لاحق ہو جاتی۔فوراً مختار کار کو بلا کر ہدایت کر دیتے کہ اتنا روپیہ لنگر کے خرچ کے لئے۔ اتنا قرض کی ادائیگی.........(وغیرہ)

(مقدمہ دیوان فرید صفحہ 11)

سفر حج بیت اللہ

21 شوال 1292ھ میں سفر حج بیت اللہ کا عزم کیا۔ رستہ میں کئی مزارات اور مقامات مقدسہ کی زیارت اور علماء صوفیاء سے ملاقات کی۔ جب سفر پر روانہ ہوئے تو مریدین اور معتقدین کی ایک بڑی جماعت ان کے ساتھ ہوگئی۔اور ان کے تمام اخراجات سفر خواجہ صاحب نے برداشت کئے۔خواجہ صاحب نے اس سفر میں مساکین وفقراء میں کثرت سے خیرات تقسیم کی۔

جونہی آپ دیار محبوب میں پہنچے سینکڑوں کی تعداد میں اہل عرب جوق در جوق آپ کی زیارت اور بیعت سے مشرف ہوئے۔اور آپ سے روحانی فیض پایا۔

مجاہدہ نفس

مناقب فریدی میں لکھا ہے:۔

"طبع عالی کو دنیا اور اہل دنیا سے تنفر پیدا ہوا آخر بمقام روہی ریگستان میں تشریف لے جا کر وہاں ایک گھا تیار کرا کے اٹھارہ سال کامل عبادت میں مصروف رہے۔وہاں یہ وطیرہ تھا کہ جب بہت سے طالب خدا جمع ہوتے تھوڑی دیر کے واسطے باہر آ کر ان کی حاجت روائی فرماتے جو خدام ہمراہ ہوئے ان کو بھی بوقت افطاری روزہ بار یابی ہوتی تھی........."

روہی میں خواجہ صاحب کا یہ طویل قیام ان کے مجاہدہ نفس کا واضح ثبوت ہے۔ یہاں خواجہ صاحب کو وہ خلوت بھی میسر تھی جسے وہ طبعاً پسند کرتے تھے اور وہ یکسوئی بھی تھی جو سالک راہ حق کے لئے از بس ضروری ہے۔

شاعری

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب اہل قال نہ تھے۔ آپ کا سارا کلام آمد ہے۔فی البدیہہ کافیاں فرمایا کرتے تھے۔سرائیکی زبان میں آپ خاتم الشعراء سمجھے جاتے تھے۔آپ کا کلام عشق ومحبت ،سوز و گداز کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہے۔علامہ عزیز الرحمن صاحب عزیز لکھتے ہیں:۔

"ان کی شاعری کسی تعریف اور تعارف کی محتاج نہیں۔وہ بہاولپوری زبان کے قادرالکلام اور بلند پایہ شاعر تھے۔وہ ملتانی زبان کے اول الشعراء اور خاتم الشعراء تھے انہوں نے سندھی سوز و گداز اور بہاولپوری درد و کرب کو ایران کی نازک خیالی ہندوستان کی موسیقی اور عربی جذبات کے ساتھ اس قدر مخلوط کر دیا تھا کہ یہ کہنا مشکل ہے کہ ان کے کلام میں جذبات شاعری موسیقی اور سلاست میں سے کونسا جزو نمایاں ہے۔آپ نے روحانیت کی فضا میں نشوونما پائی۔اس لئے ان کے کلام میں تصوف، عشق، درد، محبت کا ہونا کچھ بعید از قیاس نہیں۔کہیں کہیں اشعار میں شوخی رنگ زیادہ بھر گیا ہے اور ساتھ ہی قناعت واستغنا بھی موجود ہے۔"

(مقدمہ دیوان فرید صفحہ 10-11)

خواجہ صاحب نے ملتانی زبان میں کافیاں (جن میں یاد خدا اور ترک دنیا کی ترغیب ہے) لکھنے کے علاوہ سندھی، ہندی سنسکرت، اردو اور فارسی میں بھی کافی اشعار کہے ہیں۔اردو میں ایک دیوان میں خواجہ صاحب کی 272 کافیاں ہیں۔جن کا اردو ترجمہ بھی ساتھ دیا گیا ہے۔

خواجہ غلام فرید صاحب کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق عقیدت و اخلاص

27 جولائی 1896ء کو پادری عبداللہ آتھم کی فیروز پور میں وفات کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجام آتھم کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ جس میں پادری عبداللہ آتھم کے انجام کے بعد پادریوں کو دعا کے میدان میں آنے کی دعوت دی۔ ساتھ ہی ان مسلمان مولویوں کو جو حضور کو کافر، کذاب، مفتری اور دجال قرار دیتے تھے کو مباہلہ کی دعوت دی۔اور علماء کے نام ایک عربی زبان میں

رسالہ بھی شامل کیا۔ یہ کتاب آپ نے 58 مولوی صاحبان اور 46 سجادہ نشینوں کو بذریعہ رجسٹری بھجوائی۔ جن لوگوں کو مباہلہ کے لئے مخاطب کیا گیا تھا ان کے نام کی فہرست انجام آتھم کے صفحہ 69 تا 72 پر درج ہے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کا نام سجادہ نشینوں کی فہرست میں تیسرے نمبر پر ہے۔

انجام آتھم کے مطالعہ کے بعد حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نے عربی زبان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ 27 رجب 1314ھ کو ارسال کیا جس میں انہوں نے لکھا:

''اعلم یا اعز الاحباب انی من بدو حالک واقف علی مقام تعظیمک لنیل الثواب و ماجرت علی لسانی کلمة حقک الا بالتبجیل ور عاية الاداب. والا ان اطلع لک بانی معترف بصلاح حالک بلا ارتیاب. و موقن بانک من عباداللہ الصحالین. وفی سعیک المشکور مثاب. وا اوتیت الفضل من الملک الوھاب ولک ان تسئل من اللہ تعالیٰ خیر عاقبتی وادعو لکم حسن ماب.

کہ اے ہر یک حبیب سے عزیز تو تجھے معلوم ہو کہ میں ابتدا سے تیرے لئے تعظیم کرنے کے مقام پر کھڑا ہوں۔ تا مجھے ثواب حاصل ہو اور کبھی میری زبان پر بجز تعظیم اور تکریم اور رعایت آداب کے تیرے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا۔ اور اب میں مطلع کرتا ہوں کہ میں بلاشبہ تیرے نیک حال کا معترف ہوں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ تو خدا کے صالح بندوں میں سے ہے اور تیری سعی عنداللہ قابل شکر ہے جس کا اجر ملے گا اور خدائے بخشندہ بادشاہ کا تیرے پر فضل ہے۔ میرے لئے عاقبت بالخیر کی دعا کر اور میں آپ کے لئے انجام خیر و خوبی کی دعا کرتا ہوں۔''

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 323-324)

اس کے علاوہ باقی دو خطوط جو خواجہ صاحب کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو موصول ہوئے وہ بھی درج کیے گئے ہیں۔ اشارات فریدی جلد سوم جو 1321ھ کو مطبع مفید عام آگرہ میں محمد قادر علی خاں صوفی کے اہتمام سے شائع ہوئی تھی اس کے صفحہ 42 پر مقبوس ہفت دھم کے تحت طبع شدہ ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب کا مخالفین حضرت اقدسؑ کو جواب

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خواجہ صاحب کا خط ضمیمہ انجام آتھم میں شائع کیا تو مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی خود خواجہ صاحب کے پاس جا چڑا اس گئے جیسا کہ اشاعۃ السنہ جلد 18 نمبر 5 صفحہ 138 سے معلوم ہوتا ہے۔ مولوی غلام دستگیر قصوری نے خواجہ صاحب کو کفر کے فتویٰ پر دستخط کرنے کا کہا۔ مگر خواجہ صاحب نے انکار کر دیا۔ اور بتایا کہ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے بھی مجھے خطوط لکھے ہیں حضرت خواجہ فرماتے ہیں:

''نزد من خطوط فرستادہ بودند کہ شما مرزا صاحب قادیانی راچرا من عباداللہ الصالحین نوشتہ اند۔ پس من در جواب اوشان نوشتہ بودم کہ من چنانچہ مرزا صاحب را من عباداللہ الصالحین میدانم۔''

(اشارات فریدی جلد سوم صفحہ 179)

ترجمہ: (انہوں نے) مجھے خطوط بھجوائے کہ آپ نے مرزا صاحب قادیانی کو کیوں من عبادہ الصالحین لکھا ہے میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ میں مرزا صاحب کو عباد الصالحین میں سے قرار دیتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے خط کا جواب ضمیمہ انجام آتھم کے ساتھ 22 شعبان 1314ھ کو حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کو ارسال کیا۔ جس کا متن ارشارات فریدی جلد نمبر 3 کے صفحہ 65`66 پر مقبوس بست و سوم کے تحت درج ہے۔ اس خط میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خواجہ صاحبؒ کی سعادت اور نیکی کی تعریف کے ساتھ انہیں الشیخ الکریم السعید جبی فی اللہ غلام فرید کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔

27 شعبان 1314ھ کو حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت مسیح موعود کو دوسرا خط فارسی زبان میں تحریر فرمایا۔ جس میں انہوں نے علماء کرام کے بدظنی کرنے میں جلدی کرنے کو ناپسند کیا ہے۔ اور اپنی محبت اور اخلاص میں بڑھ جانے کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ملاقات کی خواہش کا بھی ذکر کیا ہے۔ نیز اسلامی اصول کی فلاسفی بھجوانے کا مطالبہ کیا ہے۔ خواجہ صاحب کا یہ خط اشارات فریدی حصہ سوم کے صفحہ 127 تا 129 پر مقبوس نمبر 59 کے تحت درج ہے۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کا خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا۔ تو آپ نے 11 رمضان المبارک 1314ھ کو نظم و نثر پر مشتمل مبسوط خط کے ساتھ جلسہ مذاہب اعظم کے چند اوراق بھی ارسال کئے۔

حضرت مہدی آخر الزمان کے نشانات کا ظہور اور ان کی تائید

حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کے ان نشانات کے ظہور کی تائید فرمائی جو مہدی آخر الزمان کی صداقت کے لئے بیان کئے گئے تھے۔

آپ نے فرمایا:

(ترجمہ "اس کے بعد فرمایا کہ مرزا صاحب نے اپنے مہدی ہونے کی بہت ساری علامات بیان کی ہیں مگر اس میں دو علامات کو اپنی کتاب میں ظاہر فرمایا ہے جو انتہائی طور پر مہدیؑ کی صداقت کے گواہ ہیں۔ ایک یہ کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ (مہدی) کدعہ بستی سے ظاہر ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق کے لئے مختلف ملکوں سے اہل بدر کی تعداد کے برابر 313 ساتھیوں کو جمع کرے گا اور یہ (313) کے اسماء سے چھپی ہوئی کتاب اس کے ہاتھ میں ہوگی۔ اس میں تعداد ان کے اسماء اور شہر و بلاد کے نام لکھے ہوں گے۔"

عربی متن کے بعد فارسی اقتباس میں ہے آپ فرماتے ہیں:

(ترجمہ) "مہدی کہ وہ کدعہ معرب کادیان (قادیان) سے ظاہر ہوگا"

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب کسوف وخسوف والے نشان مندرجہ مسند دار قطنی کی حدیث درج کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) "کہ چاند اور سورج کو گرہن.......... 1894ء میں ہوا اور مرزا صاحب نے اتمام حجت کے لئے اکناف عالم میں اشتہار بھیجے کہ یہ پیشگوئی حضرت رسول اللہ ﷺ نے مہدی موعود کے لئے فرمائی تھی وہ پوری ہوگئی ہے.......... اور یہ کہ یہ کسوف وخسوف رمضان میں ہوئے۔"

(اشارات فریدی حصہ سوم صفحہ 70-71)

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی تصدیق کے متعلق حضرت اقدسؑ کے تحسین آمیز کلمات

حضرت اقدسؑ نے حضرت خواجہ صاحبؒ کی نیکی و تقویٰ اور اخلاص کی تعریف فرمائی۔ انجام آتھم میں فرمایا:

"میاں غلام فرید چاچڑاں شریف والوں نے پرہیز گاری کا نور دکھلایا۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشــــاء خدا ان کو اجر بخشے اور عاقبت بالخیر کرے آمین۔ اب جب تک یہ تحریریں دنیا میں رہیں گی میاں صاحب موصوف کا ذکر باخیر بھی اس کے ساتھ دنیا میں کیا جائے گا.........."

(روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 322)

"میاں غلام فرید صاحب پیر نواب بہاولپور جو ایک صالح اور متقی مرد مشائخ پنجاب میں سے ہیں .... میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص اس قدر بھی اس عاجز کی تصدیق کرے گا جیسا کہ میاں غلام فرید صاحب نے اپنے خط کے ذریعہ کی۔ اس کا بھی خدا ان لوگوں میں حشر کرے گا جنہوں نے سچائی کو رد نہیں کرنا چاہا.........."

(روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 320)

آپؑ نے سراج منیر میں فرمایا

از تو جان من خوش است اے خوش خصال
دیدمت مردے دریں قحط الرجال
درحقیقت مردم معنی کم اند
گو ہمہ از روئے صورت مردم اند
اے مرا روئے محبت سوئے تو
بوئے انس آمد مرا از کوئے تو

(روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 94)

ترجمہ: اے نیک خصلت انسان تجھ سے میرا دل خوش ہے اس قحط الرجال میں تجھ کو ہی ایک مرد پایا ہے۔ دراصل مطلب کو سمجھنے والے انسان کم ہوتے ہیں اگرچہ دیکھنے میں سب آدمی ہی نظر آتے ہیں۔ اے وہ کہ میری محبت کا رخ تیری طرف ہے مجھے تیرے کوچہ سے انس ومحبت کی خوشبو آتی ہے۔

حضرت اقدسؑ کے کلام سے حضرت خواجہ صاحب کے بابرکت وجود کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہ انہیں حضرت امام الزمان مسیح موعود اور مہدی معہودؑ کے ساتھ کس قدر محبت وعقیدت کا تعلق تھا۔

بقیہ صفحہ 36

ﷺ میں بھی حضرت ابو دجانہؓ نے بے مثال شجاعت سے سرور کونین ﷺ کی جانثاری کا حق ادا کیا۔ غزوہ بنو نضیر میں حضور ﷺ نے خود اپنے مال سے حضرت ابو دجانہ ؓ کو حصہ دیا اور ان کی یہ جائیداد مال ابن خرشہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

شہادت

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں بڑے جوش وخروش سے شریک ہوئے۔ لڑائی میں ایک ایسا موقعہ آیا جب مسیلمہ اور اس کے ساتھی باغ کے اندر چلے گئے اور چاردیواری کی اوٹ لے کر مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ حضرت ابو دجانہؓ مردانہ وار آگے بڑھے اور دیوار پھاند کر باغ کے اندر کود پڑے۔ پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی مگر حوصلہ نہ ہارا اور گھسٹ گھسٹ کر باغ کے پھاٹک تک پہنچے۔ اتنے میں حضرات براء بن مالکؓ بھی دیوار پھاند کر پھاٹک تک پہنچ گئے اور اس کو کھول دیا۔ مجاہدین اسلام اس طرح باغ میں داخل ہو گئے۔ حضرت ابو دجانہؓ مسیلمہ کو مارنے کی تاک میں تھے کہ مرتدین نے نرغہ کرکے برچھیوں اور تلواروں سے چھلنی کر دیا اور یوں اسلام کا یہ مرد مجاہد جام شہادت پی کر ہمیشہ کی زندگی پا گیا۔

حضرت سماک بن خرشہ (ابو دجانہ)

(مکرم فرید احمد بھٹی صاحب۔ بشیر آباد سندھ)

غزوہ احد کا دن ہے۔ احد کے میدان میں آقائے دو جہاں ﷺ جلوہ افروز ہیں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں تلوار ہے۔ اور فرماتے ہیں:۔

''کون ہے جو اس تلوار کو لے گا''

ہر طرف سے ہاتھ اوپر ہوتے ہیں اور '' انا یا رسول اللہ'' کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ ان میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، زبیر بن العوامؓ، جیسے شجاع اور بہادر صحابہ شامل ہیں۔ ایک تلوار اور سینکڑوں ہاتھ بلند کیوں نہ ہوتے، تلوار بھی تو وجہ تخلیق کائنات کی تھی۔ یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔

''کون اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے گا''

یکدم سب ہاتھ نیچے ہو جاتے ہیں۔ اور صحابہؓ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں کہ کون ایسا بہادر ہے جو محمد ﷺ کی تلوار کا حق ادا کر سکتا ہے۔ اتنے میں ایک صحابی آگے بڑھتے ہیں۔ اور محمد ﷺ سے عرض کرتے ہیں۔

''اے خدا کے رسول ﷺ اس کا حق میں ادا کروں گا''

میدان احد میں آگے بڑھ کر رحمۃ العالمین ﷺ کے ہاتھ سے تلوار لینے والے اور اس کا حق ادا کرنے والے یہ صحابی سماک بن خرشہؓ تھے جو اپنی کنیت ابو دجانہؓ سے مشہور ہیں۔ احد سے واپس آ کر جب حضرت علیؓ نے کہا کہ آج میں خوب لڑا تو اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

''اگر تم خوب لڑے ہو تو سھل بن حنیف اور ابو دجانہ بھی تو خوب لڑے ہیں''۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 318)

نام و نسب

سماک نام تھا، ابو دجانہ کنیت تھی، قبیلہ ساعدہ سے تھے۔ آپؓ اپنی کنیت ابو دجانہ سے مشہور ہیں۔

قبول اسلام

ابھی آنحضرت ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف نہیں لائے تھے کہ ابو دجانہؓ نے آنحضرت ﷺ کی دعوت کا حال سنا۔ حق تعالیٰ نے قلب صافی عطا فرمایا تھا۔ اسی وقت خدائے واحد رسول برحق ﷺ پر غائبانہ ایمان لے آئے۔ جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو ابو دجانہؓ کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ وہ حضور ﷺ کے دل وجان سے فدائی بن گئے اور آپ ﷺ کی رفاقت کو اپنا شعار بنا لیا۔

غزوات

حضرت ابو دجانہؓ میدان رزم کے شہسوار تھے غزوات نبوی میں انہوں نے ہر معرکہ میں اپنی شجاعت و بہادری کا ثبوت دیا۔ بدر کے میدان میں قریش کے چار نامور بہادروں ربعیہ بن اسد، ابو مسافع اشعری، عاصم بن ابی عوف بن جبیرہ سہی اور معبد بن وھب کلبی کا آپؓ کے ہاتھوں جہنم واصل ہونا آپ کی جرأت و شجاعت کا عملی ثبوت ہے۔

غزوہ احد میں آپؓ کا حضور ﷺ سے تلوار لینا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ تلوار لے کر آپؓ نے سر پر سرخ رومال باندھا اور تن کر اکڑتے ہوئے میدان جنگ کی طرف چلے۔ یہ چال دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا:۔

''اگرچہ یہ چال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے لیکن ایسے موقع پر کوئی حرج نہیں''

(اسد الغابہ صفحہ 318)

آپؓ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان جنگ کی طرف لپکے:۔

''میں وہ ہوں جس سے میرے خلیل نے عہد لیا ہے۔ اس حال میں کہ ہم پہاڑ کے دامن میں نخلستان کے قریب ہیں۔ کہ میں زندگی بھر آخری صف میں کھڑا نہ ہوں گا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تلوار سے وار کرتا چلا جاؤں گا۔''

(اسد الغابہ جلد دوم صفحہ 318)

آپؓ جنگ میں بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے مشرکین قریش کی ان عورتوں تک پہنچ گئے جو چٹان پر بیٹھی تھیں اور ہند بنت عتبہ کی سرکردگی میں اشعار پڑھ کر مردوں کو جنگ پر ابھار رہی تھیں۔ آپؓ نے ہند کی گردن پر تلوار رکھ دی لیکن کچھ سوچ کر فوراً تلوار اس کی گردن سے ہٹا لی۔ حضرت زبیر بن العوامؓ نے بعد میں اس کی وجہ پوچھی تو آپؓ نے فرمایا:۔

'مجھے اس بات سے شرم اور کراہت محسوس ہوئی کہ میں رسول اللہ کی تلوار سے ایک عورت کو قتل کروں اور عورت بھی وہ کہ جس کی پکار پر کوئی اس کی مدد کے لئے نہیں پہنچا''۔

بدر اور احد کے بعد دوسرے تمام غزوات نبوی

باقی صفحہ 35 پر

باسط حقانی

(مکرم ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب)

میں باسط حقانی کی طرف سے ای میل نہ آنے کا شکوہ دل میں لئے بیٹھا تھا کہ کرنل انور احمد صاحب نے یہ خبر سنائی کہ باسط ۱۷ جنوری ۲۰۰۴ء کو انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں نے فوراً امریکہ فون کر کے بھابی سے تعزیت کا اظہار کیا۔ وہ بتانے لگیں کہ آپ کا ذکر گھر میں رہتا تھا اس لئے آپ کے نام سے واقف ہوں۔ باسط کے فارن سروس میں آجانے کے بعد اس سے تفصیلی ملاقات نہ ہوئی اس لئے مجھے تو یہ بھی علم نہیں تھا کہ بھابی کون ہیں اور باسط کے کتنے بچے ہیں؟ البتہ جب باسط اٹلی میں پاکستان کا سفیر تھا تو کبھی کبھار سویڈن میں ٹیلیفون پر بات چیت ہو جاتی تھی۔ پھر یہ تبدیل ہو کر سیلون میں سفیر بن گیا اور وہیں سے ریٹائر ہوا۔ ریٹائر منٹ بھی شاید اس نے قبل از وقت لے لی تھی کہ کچھ خدمتِ سلسلہ کا موقع مل جائے۔ باسط نے خود بتایا کہ وہ ازالہ اوہام کا انگریزی ترجمہ کر رہا ہے اور اس سلسلہ میں اسے بعض اردو الفاظ کو سمجھنے کے لئے میری اور اردو لغت کی ضرورت ہے۔ خدا معلوم باسط نے کتنا کام کیا تھا کہ اس کا وقتِ موعود آ گیا اور وہ سب کام چھوڑ چھاڑ کر اللہ میاں کے حضور حاضر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی نیت کا ثواب اسے ارزانی فرمائے۔

عبد الباسط حقانی گورنمنٹ کالج کے نہایت منجھے ہوئے اور مشاق مقرروں میں سے تھا۔ اس کی انگریزی کی تقریر ایسی متاثر کن ہوتی تھی اور ہال میں ایسا سناٹا ہوتا تھا کہ انگریزی محاورہ کے مطابق سوئی گرنے کی آواز بھی سنی جا سکتی تھی۔ اس سے پہلا تعارف بھی انہی بین الکلیاتی مباحثوں کے ناتے سے ہوا، ہم لوگ کسی مباحثہ کے لئے لاہور کے ایک کالج میں بیٹھے تھے کہ گورنمنٹ کالج کے ایک دوسرے مقرر نے بتایا کہ تمہارا ہم مسلک مقرر باسط حقانی بھی یہاں موجود ہے۔ اتنے میں ایک پتلا دبلا مقرر سٹیج پر آیا اور اتنے سلیقہ سے مخالف مقررین کے نکات کا جواب دینے لگا کہ لوگ عش عش کر اٹھے۔ اس کی آواز میں ٹھہراؤ اور بات میں وزن تھا۔ مباحثہ کے بعد ہم لوگ یونیورسٹی یونین کے دفتر میں آ گئے اور اس طرح باسط سے تعلقات کی بنیاد پڑی۔

اسی یونیورسٹی یونین کی بات ہے کہ ایک روز باسط کو نہایت اداس اور پریشان بیٹھے ہوئے دیکھا۔ پوچھا کیا ہوا کہنے لگا "ابھی میرے سامنے یونیورسٹی کے دو سینئر طالب علم آپس میں جھگڑ پڑے اور ایک دوسرے کو ماں بہن کی گالیاں دینے لگے کیا یونیورسٹی میں اب ایسا ہوا کرے گا؟"۔ باسط نے بعد کو دیکھا ہو گا کہ ہمارے ہاں کے طالب علموں میں کج خلقیاں کس طرح راسخ ہو گئی ہیں؟ اسے تو صرف گالیوں کا شکوہ تھا یونیورسٹیوں میں وہ کچھ ہوا اور ہونے لگا کہ ان کا ذکر کرتے ہوئے بھی قلم کانپتا ہے۔ ہمارے زمانے کے طلبا کے اخلاق کا اندازہ اس بات سے ہی لگا لیجئے کہ اس دور میں کسی کو کسی کے عقیدہ سے کسی کو کوئی سروکار نہ تھا۔ باسط حقانی۔ منیر احمد عطاء اللہ، نعیم احمد مشہور طالب علم تھے' اور مانے ہوئے جانے ہوئے احمدی طالب علم تھے سر اٹھا کر چلتے تھے اور لوگ ان کی مقررانہ صلاحیتوں کی قدر کرتے تھے۔ باسط پہلی بار سفیر مقرر ہو کر جانے لگا تو چند دوستوں نے اس کی دعوت کی۔ اسے پورے اعزاز کے ساتھ ہز ایکسی لنسی کہہ کر پکارنے لگے۔ جب دعوت کے بعد میں نے یونہی اسے ہز ایکسی لنسی کہا تو اس کو غصہ آ گیا کہنا لگا خبردار جو تم نے منہ سے ایسی بات نکالی۔ میں تمہارے لئے وہی دوست ہوں اور دوستیاں کسی عہدے کی محتاج نہیں ہوتیں۔

ربوہ میں جلسہ سالانہ کے موقع پر باسط کو دیکھا۔ اپنے عزیزوں کے ساتھ ایک بیرک میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ہم نے کہا بھی ہمارے گھر آ جاؤ کہنے لگا نہیں سب کے ساتھ ٹھہروں گا۔ پھر پاکستان کی فارن سروس میں چنا گیا تو بھی اس کے طور اطوار وہی رہے۔ اس کی ملازمت کا زیادہ عرصہ یورپ یا مشرقی یورپ میں گذرا۔ ابتدا میں کہیں سویڈن میں بھی رہا ہے۔ ہم سویڈن میں آئے تو اس وقت اٹلی میں پاکستان کا سفیر تھا۔ ہم نے کہا اب سویڈن آ جاؤ تو مزے ہو جائیں۔ کہنے لگا ایک میان میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں۔ لندن کے جلسہ پر بھی ایک بار آمنا سامنا ہوا۔ کسی عزیز کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ لنگر میں کھانا کھاتے ہوئے ملاقات ہوئی میں نے کہا یور ایکسی لنسی آپ کو تو خاص مہمانوں والی مارکی میں ہونا چاہئے تھا کہنے لگا ہمارے نزدیک سارے احمدی خاص ہیں وہ مارکی غیر احمدی معززین کے لئے ہے۔ وہاں اس کی وضع قطع کی سادگی اور گرد آلود جوتے دیکھ کر ہمارے ایک دوست نے بعد کو ہم سے پوچھا کہ یہ صاحب کون تھے؟ میں نے بتایا کہ پاکستان کے سفیر تھے کہنے لگا لگتا نہیں۔ ہم نے اسے کہا نہیں میاں رُبَّ اَشعث اَغبر ایسے ہی لوگوں کے بارہ میں ہے۔ تو چہ دانی دریں گرد سوارے باشد۔

باسط حقانی نہایت حساس انسان تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتیں اس کو اداس اور پریشان کر دیتی تھیں مگر ملازمت کے دوران اس کو احمدی ہونے کی وجہ سے بہت مشکلات کا سامنا ہوا ان مشکلات کا مقابلہ اس نے بڑی جرات دلیری اور ہمت سے کیا۔ ۱۹۷۴ء کے بعد جب احمدیوں کو اپنی احمدیت کا اعلان کرنا تھا تو کئی دوستوں نے جو اس کے ساتھی تھے اپنی احمدیت کو چھپانے میں عافیت سمجھی مگر باسط ڈٹا رہا۔ اس نے علی الاعلان کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوں اور محض اپنی ملازمت کی خاطر اس اعزاز سے انکار نہیں کر سکتا۔ یورپ کے ملکوں میں رہنے کی وجہ

سیکرٹریان تعلیم کے لئے حضور انور کی تازہ نصائح

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 5دسمبر 2003ء کو سیکرٹریان تعلیم سے متعلق جو ارشاد فرمایا ہے وہ آپ کی خصوصی توجہ کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ براہ مہربانی ان ارشادات کی روشنی میں فوری کام کا آغاز کر دیں مزید تفصیلات کے لئے سیکرٹری صاحب تعلیم ضلع سے رابطہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مقبول خدمت کی توفیق بخشے اور ہماری گزشتہ سستیوں کو دور کرتے ہوئے خلیفۂ وقت کی ہدایات کے مطابق ایک نئے ولولہ کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضور انور نے فرمایا کہ:-

"................. پھر سیکرٹری تعلیم ہے۔ عموماً سیکرٹریان تعلیم جماعتوں میں اتنے فعال نہیں جتنی ان سے توقع کی جاتی ہے یا کسی بھی عہدہ دار سے توقع کی جاسکتی ہے اور یہ میں یوں ہی اندازے کی بات نہیں کر رہا ہر جماعت اپنا اپنا جائزہ لے لے تو پتہ چل جائیگا کہ بعض سیکرٹریان پورے سال میں کوئی کام نہیں کرتے حالانکہ مثلاً ابھی سیکرٹری تعلیم کی جو مثال دے رہا ہوں، سیکرٹری تعلیم کا یہ کام ہے کہ اپنے جماعت کے ایسے بچوں کی فہرست بنائے جو پڑھ رہے ہیں، جو سکول جانے کی عمر کے ہیں اور سکول نہیں جارہے۔ پھر وجہ معلوم کریں کہ یہ کیا وجہ ہے کہ وہ سکول نہیں جارہے۔ مالی مشکلات ہیں یا صرف نکما پن ہی ہے اور ایک احمدی بچے کو تو اس کو توجہ دلانی چاہئے کہ ایک احمدی بچہ کو تو پھر اس طرح وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ مثلاً پاکستان میں ہر بچے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ شرط لگائی تھی کہ ضرور میٹرک پاس کرے بلکہ اب تو معیار کچھ بلند ہوگئے ہیں۔ میں کہوں گا کہ ہر احمدی بچہ کو کم از کم F.A ضرور کرنا چاہئے۔ افریقہ میں جو کم از کم معیار ہے پڑھائی کا سیکنڈری سکول کا یا GCSE وغیرہ، یہاں بھی ہے وہاں بھی۔ اسی طرح ہندوستان میں، بنگلہ دیش میں اور ملکوں میں۔ یہاں بھی میں نے دیکھا ہے یورپ اور امریکہ کے بعض لڑکے ملتے ہیں جو پڑھائی چھوڑ بیٹھے ہیں تو یہ کم از کم معیار ضرور حاصل کرنے چاہئیں۔ بلکہ یہاں تو تعلیمی سہولتیں ہیں بچوں کو اور بھی آگے پڑھنا چاہئے اور سیکرٹریان تعلیم کو اس طرف توجہ دلاتے رہنا چاہئے اپنے جماعت کے بچوں کو۔ اگر تو یہ بچے جس طرح میں نے پہلے کہا کسی مالی مشکل کی وجہ سے پڑھائی چھوڑی ہوئی ہے انہوں نے تو جماعت کو بتائیں تو جماعت انشاء اللہ حتی الوسع ان کا انتظام کرے گی اور پھر اگر یہ بھی ہوتا ہے بعض دفعہ بعض بچوں کو عام روائتی پڑھائی میں دلچسپی نہیں ہوتی اگر اس میں دلچسپی نہیں ہے تو کسی ہنر سیکھنے کی طرف توجہ دلائیں ایسے بچوں کو، وقت بہر حال کسی احمدی بچے کا ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ پھر ایسی فہرستیں ہیں، جوان پڑھے لکھوں کی تیار کی جائیں جو آگے پڑھنا چاہتے ہیں، Higher Studies کرنا چاہتے ہیں لیکن مالی مشکلات کی وجہ سے نہیں پڑھ سکتے تو جس حد تک ہوگا جماعت ایسے لوگوں کی مدد کرے گی لیکن بہر حال سیکرٹریان تعلیم کو خود بھی اس سلسلہ میں Active ہونا پڑے گا اور ہونا چاہئے۔ تو یہ چند مثالیں ہیں جو میں نے کام کی جو ذمہ داری ہے سیکرٹری تعلیم کی اور بھی بہت سارے کام ہیں اس بارے میں چند مثالیں میں نے دی ہیں۔ اگر محلے کے Level سے لے کر نیشنل Level تک تمام سیکرٹریان تعلیم موثر ہو جائیں تو اور کام کرنے والے ہوں تو یہ تمام باتیں جو میں نے بتائی ہیں اور اس کے علاوہ بھی اور بہت ساری باتیں اس کا علم بھی آسکتا ہے اور فہرست تیار ہوسکتی ہے اور پھر ایسے طلبہ کو مدد کر کے ان کو آگے پڑھایا بھی جاسکتا ہے..................."

(مرسلہ: ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ)

سے وہ یورپ کے بارہ میں ماہر کی حیثیت رکھتا تھا مگر محض اس کی احمدیت کی وجہ سے اسے سیلون جیسے ملک میں بھیج دیا گیا۔ اس نے وہاں بھی اپنی قابلیت کا لوہا منوایا اور سفراء کے حلقہ میں میں اس کو بڑی عزت کا مقام دیا جاتا تھا۔ ایک دوست نے جو اس کے پاس سیلون ہو کر آیا تھا بتایا کہ باسط بڑا خوش ہے کہ اسے دنیا کے خوب صورت ترین ملک میں رہنے کا موقع ملا ہے۔ جو لوگ سمجھتے تھے کہ ہم نے اسے ایک پسماندہ ملک میں بھیج کر اس کے مرتبہ میں کمی کی ہے انہیں کیا معلوم کہ اس ملک میں دنیا کی وہ خوب صورتی موجود ہے جسے دیکھنے کے لئے نگاہِ بینا کی ضرورت ہے۔ باسط نے غالباً اس ملک کے پس منظر میں کوئی ناول بھی لکھا تھا مگر وہ ابھی تک مجھ تک نہیں پہنچا۔ پچھلے سال اس نے کہا تھا کہ اس پر تبصرہ کرو۔ میں نے کہا اردو میں کروں گا کہنے لگا نہیں انگریزی میں لکھو۔ میں نے کہا میاں یہ گناہوں کا بوجھ ہم سے نہیں اٹھایا جاتا۔ تمہاری انگریزی کے مقابلہ میں میں اپنی اردو کو فروتر نہیں سمجھ سکتا۔ باسط کو اپنی انگریزی پر واقعی ناز تھا اور وہ لکھتا بھی خوب تھا۔ خدا کرے اس نے حضرت صاحب کی کتاب کا ترجمہ مکمل کر لیا ہو۔ یہی اس کا کارنامہ ہوگا جو زندہ رہ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس مخلص اور غریب طبع احمدی کی مغفرت فرمائے اور اس کے بچوں میں احمدیت کا فیضان جاری رکھے۔ آمین۔

آمین کی تقریب کا آغاز

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی غرض ان قرآنی علوم کے خزانوں کو تقسیم کرنا بھی تھا اور قرآن کے معارف بیان کرنا اور اسلام کی وہ تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنا تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔

قرآن سے آپ کی محبت کا ثبوت تو وہ منظوم کلام ہے اور وہ کتابیں ہیں جن میں آپ نے تفصیل سے قرآن مجید کا ذکر کیا ہے۔

فرماتے ہیں۔

دل میں میرے یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآن کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

قرآن کریم کے علم کو پھیلانے اور سکھانے کی آپ کو شدید تڑپ تھی اور اس کا آغاز آپ نے سب سے پہلے اپنے بچوں سے کیا۔

حضرت مصلح موعود نے قرآن کریم 1895ء میں ناظرہ پڑھنا شروع کیا اور حافظ احمد اللہ صاحب ناگپوری کو یہ سعادت حاصل ہوئی 7/ جون 1897ء کا دن تاریخ احمدیت میں وہ یادگار دن ہے جس دن سیدنا محمود کے ختم قرآن کی تقریب ہوئی اور اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اردگرد کے احباب کی دعوت بھی کی اور بہت سارے دوستوں نے اس میں شمولیت کی اور اس ختم قرآن کی تقریب پر آپ نے حافظ احمد اللہ صاحب کو 150 روپیہ بھی عنایت فرمایا اور سب سے اہم بات وہ منظوم آمین ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تمام مبشر اولاد کے لئے عموماً اور حضرت مصلح موعود کے لئے خصوصاً نہایت دردوسوز اور لحاح وزاری سے دعائیں کی ہیں۔

بظاہر ایک معمولی بات ہے کہ حضرت مصلح موعود نے قرآن کریم ختم کیا اور اس پر تقریب منعقد کی گئی اور نظم لکھی گئی لیکن دراصل یہ وہ محبت قرآن تھی جو آپ کے سینے میں موجزن تھی اور پھر وہ محبت دعا بن کر ایک منظوم کلام کی صورت میں ہمارے لئے نمونہ بن گئی۔

کہ بچوں کی تعلیم قرآن پر خاص توجہ دینا اور اس کے نتیجے میں دوسروں کو بھی ترغیب ہوگی۔ اور صرف اپنی کوششوں پر انحصار نہیں کرنا بلکہ ہمیشہ اپنے رب کے آستانہ پر جھک جانا اور اولاد کی تربیت کے لئے یہ بہت بڑا اصول ہے۔

یہ آمین کی تقریب کا پس منظر تھا جس کی وجہ سے ہم بھی کرتے ہیں۔ اب وہ منظوم کلام پیش ہے۔

"کیونکر ہو شکر تیرا، تیرا ہے جو ہے میرا
تو نے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا
جب تیرا نور آیا جاتا رہا اندھیرا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنائیں گایا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

ہو شکر تیرا کیونکر اے میرے بندہ پرور
تو نے مجھے دیئے ہیں یہ تین تیرے چاکر
تیرا ہوں میں سراسر، تو میرا رب اکبر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

ہے آج ختم قرآں نکلے ہیں دل کے ارماں
تو نے دکھایا یہ دن تیرے منہ کے قرباں
اے میرے ربِّ محسن کیونکر ہو شکرِ احساں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

پھر فرماتے ہیں:۔

سب کام تو بنائے لڑکے بھی تجھ سے پائے
سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے
تو نے ہی میرے جانی خوشیوں کے دن دکھائے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں
یہ میرے بار و بر ہیں تیرے غلامِ در ہیں
تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے میرے بندہ پرور کر ان کو نیک اختر
رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر
تو ہے ہمارا رہبر۔ تیرا نہیں ہے ہمسر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

شیطان سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پُرز نور رکھیو دل پر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

باقی صفحہ 19 پر

تحریک وقف عارضی کی اہمیت اور برکات کے متعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشادات

دو ہفتہ کے لئے وقف

''میں جماعت میں تحریک کرتا ہوں کہ ..... جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے سال میں دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ اور انہیں جماعت کے مختلف کاموں کیلئے جس جس جگہ بھجوایا جائے وہاں وہ اپنے خرچ پر جائیں۔ اور ان کے لئے وقف شدہ عرصہ میں سے جس قدر عرصہ انہیں وہاں رکھا جائے اپنے خرچ پر رہیں اور جو کام ان کے سپرد کیا جائے اسے بجالانے کی پوری کوشش کریں''

(الفضل 23 مارچ 1966ء)

کالج کے پروفیسر، سکول کے اساتذہ اور وقف عارضی

''کالجوں کے پروفیسر اور لیکچرار، سکولوں کے اساتذہ، کالجوں کے سمجھدار طلباء بھی اپنی رخصتوں کے ایام اس منصوبہ کے ماتحت کام کرنے کے لئے پیش کریں۔ سکولوں کے بعض طلباء بھی اس قسم کے بعض کام کر سکتے ہیں۔ کیونکہ سکولوں کے بعض طلباء ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی صحت اور عمر کے لحاظ سے اس قابل ہوتے ہیں کہ اس قسم کی ذمہ داریاں ادا کر سکیں۔ ان کو بھی اپنے نام اس تحریک کے سلسلہ میں پیش کر دینے چاہئیں۔ بشرطیکہ وہ اپنا خرچ برداشت کر سکتے ہوں''۔ (الفضل 23 مارچ 1966ء)

طالب علم اور وقف عارضی

''میں طالب علموں سے خاص طور پر کہتا ہوں کہ چونکہ گرمیوں کی چھٹیاں آ رہی ہیں وہ ضرور وقف عارضی پر جائیں۔ ان کا علم بڑھے گا جہاں وہ جائیں گے وہاں کے لوگوں کے لئے انہیں نمونہ بننے کی کوشش کرنی پڑے گی۔ اور اگر نوجوان ان کے لئے نمونہ بنیں گے۔ تو ان پر بڑا اثر ہو گا کہ چھوٹی چھوٹی عمروں والے اس قسم کا کام کر رہے ہیں''۔

(الفضل 12 فروری 1977ء)

ملازمین اور وقف عارضی

''جو دوست گورنمنٹ یا کسی ادارہ کے ملازم ہیں ان کو سال میں کچھ عرصہ کی رخصتوں کا حق ہوتا ہے وہ اپنی یہ رخصتیں اپنے لئے اپنوں کے لئے لینے کی بجائے اپنے رب کے لئے حاصل کریں اور انہیں اس منصوبہ کے تحت خرچ کریں''۔

(الفضل 23 مارچ 1966ء)

وقف عارضی کے متعلق جماعت کی ذمہ داری

''جماعت یا تو مجھے ایک ہزار مربی دے (یعنی ایک ہزار بچے مجھے دے دے جنہیں تربیت دے کر مربی بنایا جائے) اور یا ضرورت کے مطابق واقفین عارضی مہیا کرے ''

''اگر آپ مجھے واقفین نہیں دیں گے یا خود وقف کے لئے آگے نہیں آئیں گے تو اللہ تعالیٰ اور سامان کرے گا لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے کیوں محروم ہو رہے ہیں''۔

(الفضل 2 نومبر 1966ء)

امراء اضلاع اور وقف عارضی

''..... امراء اضلاع کو اس طرف فوری توجہ دینی چاہئے۔.... امراء اضلاع'' جماعت کے مستعد اور مخلص احباب کو اپنی ذمہ داری کی طرف متوجہ کریں تا زیادہ سے زیادہ احمدی اس مقصد (وقف عارضی) کے پیش نظر اور خدمت ..... کے لئے اپنے وقت کا ایک تھوڑا اور حقیر سا حصہ پیش کریں۔''

(الفضل 13 اپریل 1966ء)

پانچ ہزار واقفین کی ضرورت

''جماعت کو بڑے زور کے ساتھ اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے کم از کم پانچ ہزار واقفین کی ضرورت ہے جو ہر سال دو ہفتہ سے چھ ہفتہ کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کریں''۔

(الفضل 2 نومبر 1966ء)

مجلس موصیان اور وقف عارضی

''موصی صاحبان کا ایک بڑا گہرا اور دائمی تعلق قرآن کریم سیکھنے، قرآن کریم کے نور سے منور ہونے، قرآن کریم کی برکات سے مستفیض ہونے اور قرآن کریم کے فضلوں کا وارث بننے سے ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کے انوار کی اشاعت کی ذمہ داری بھی ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تعلیم قرآن اور وقف عارضی کی تحریکوں کو موصی صاحبان کی تنظیم کے ساتھ ملحق کر دیا جائے اور یہ سارے کام ان کے سپرد کئے جائیں۔

اسی لئے آج میں موصی صاحبان کی تنظیم کا خدا کے نام اور اس کے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے اجراء کرتا ہوں۔ تمام ایسی جماعتوں میں جہاں موصی صاحبان پائے جاتے ہیں ان کی ایک مجلس قائم ہونی چاہئے۔ یہ مجلس باہمی مشورے کے ساتھ اپنے صدر کا انتخاب کرے۔ منتخب صدر، جماعتی نظام میں سیکرٹری وصایا ہو گا۔ اور اس صدر کے ذمہ علاوہ وصیتیں کرانے کے یہ کام بھی ہو گا کہ وہ گاہے گاہے مرکز کی ہدایت کے مطابق وصیت کرنے والوں کے اجلاس بلائے۔ اس اجلاس میں وہ ایک دوسرے کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کریں جو ایک موصی کی ذمہ داریاں ہیں۔ یعنی اس شخص کی ذمہ داریاں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بشارت ہمیں یہ بتاتی ہے کہ خدا کے سارے فضلوں اور اس کی ساری رحمتوں اور اس کی ساری نعمتوں کا وہ وارث ہے''۔(الفضل 10 اپریل 1969ء)

قرآن کریم کے انوار کی اشاعت کرنا

''قرآن کریم کے انوار کی اشاعت کرنا ہر موصی کا بحیثیت فرد اور اب موصیوں کی مجلس کا بحیثیت مجلس پہلا اور آخری فرض ہے۔ اور اس بات کی نگرانی کرنا کہ وقف عارضی کی سکیم کے ماتحت زیادہ سے زیادہ موصی احباب اور ان کی تحریک پر وہ لوگ حصہ لیں جنہوں نے ابھی تک وصیت نہیں کی''۔

(الفضل 10 اپریل 1969ء)

''وطن عزیز کا ہر طبقہ اور ملک کا ہر گوشہ اس نور کا محتاج ہے''

(الفضل 9 جون 1998ء)

وقف عارضی کا مقصد

''وقف عارضی کی جو تحریک ہے اس کا بڑا مقصد بھی یہ تھا اور ہے کہ دوست رضا کارانہ طور پر اپنے خرچ پر مختلف جماعتوں میں جائیں اور وہاں قرآن مجید سیکھنے سکھانے کی کلاسز کو منظم کریں اور منظم طریق پر وہاں کی جماعت کی اس رنگ میں تربیت ہو جائے کہ وہ قرآن کریم کا جؤا بشاشت سے اپنی گردن پر رکھیں اور دنیا کے لئے نمونہ بن جائیں''۔

(الفضل 14 مئی 1969ء)

وقف عارضی، نظام وصیت

''عارضی وقف کی تحریک جو قرآن کریم سیکھنے سکھانے کے متعلق جاری کی گئی ہے اس کا تعلق نظام وصیت کے ساتھ بڑا گہرا ہے''۔

(الفضل 10 اگست 1966ء)

Waqf e Arzi

We will print its English version in the next issue, Inshaallah.
Those who are interested please Contact:
Mr. Zaheer Bajwa
2141 Leroy Pl. NW
Washington DC 20008